محمد اقبال مجددی ، لاہوری☆

خطِ نستعلیق

خط نستعلیق کے موجد اور اسکے اجراء کے دور کے متعلق مؤرخین اور تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے- میر علی ہروی مجنون بن محمد و الرفیقی خط و سواد تالیف بعد ۹۰۹ھ میں لکھتے ہیں:

"خواجه میر علی انارالله برهانه خط نسخ و تعلیق را اختراع فرمود"(۱)

سلطان علی مشہدی رسالہ خوش نویسی منظومہ بسال ۹۲۰ھ میں لکھتے ہیں۔(۲)

نسخ و تعلیق گرخفی وجلی ست
واضعِ اصل آں میر علی است
تا که بوده است عالم و آدم
ہرگز ایں خط نبوده در عالم
وضع فرموده او ز ذہن دقیق
از خط نسخ و از خط تعلیق

جعفر تبریزی بایسنغری شاگرد باواسطہ میر علی نے اپنے ایک قطعہ میں میر علی کو "واضع الاصل" لکھا ہے۔ جعفر تبریزی کا یہ قطعہ کتاب خانہ ملّی ایران میں محفوظ ہے:

"کتبه العبد المذنب جعفر الکاتب--- علیٰ طریق واضع الاصل

☆ مدیر دار المؤرخین۔ لاہور

علی بن حسن السلطانی "۔(۳)

مرزا حیدر دوغلت تاریخ رشیدی تالیف بسال ۹۵۳ھ میں لکھتے ہیں:

"خطِ نستعلیق ہرگز نبوده است و نشنیده و میر علی آن را اختراع کرد۔"(۴)

دوست محمد کتابدار بہرام مرزا متوفی ۹۵۷ھ نے حالات ہنروران (۹۵۲ھ) میں لکھا ہے:

"مخترع خط نستعلیق " حضرت استاذی و قبلة الکتابی خواجه ظهیر الدین میر علی تبریزی بوده اند"(۵)

ابوالفضل علامی نے آئین اکبری کے دفتر سوم میں لکھا ہے:

"چنیں گویند که درزمان صاحبقرانی خواجه میر علی تبریزی از نسخ و تعلیق خط ہشتم ا بداع نمود که آن را نستعلیق گویند وآن تمام دور است وازشاگردان او دوکس کار راپیش بردندیکی مولانا جعفر تبریزی و دیگر مولانا اظهر' لیکن دریں وضع خاطر می ایستد که بسیارخطوط نستعلیق که پیش از زمان حضرت صاحبقرانی نوشته بودندبنظر درآمده است۔" (۶)

خط نستعلیق کے مخترع اور اختراع کے باب میں ابوالفضل کا یہ تردد کسی تعصب یا غلط فہمی پر مبنی نہیں ہے۔ یقیناً ابوالفضل کی نظر سے خواجہ میر علی تبریزی سے پہلے کی خط نستعلیق کی تحریریں گذری ہوں گی۔ ابوالفضل کے بیان اور تردد کی آج بھی تصدیق ہو سکتی ہے۔ عصر حاضر کے مشہور ماہر خط اور فن خطاطی کے مورخ مہدی بیانی مرحوم کی نظر سے مکتوبہ حدود ۷۵۰ ہجری کی بخط نستعلیق ایک کتاب گذری تھی۔ لکھتے ہیں:

"وکتابهائی دیده ام که درحدود سال ۷۵۰ هجری کتابت شده وازمیان اقلام متداول بخط نستعلیق نزدیکتر و شبه تراست و در واقع نستعلیق تحریر یا ناقصی می باشد۔" (۷)

کتاب خانہ ایا صوفیہ استانبول میں سلطان احمد جلائیر کا دیوان مکتوبہ ۸۰۰ھ بخط نستعلیق بدست صالح بن علی رازی موجود ہے جس کا ترقیمہ اس طرح ہے:

"خدم بکتابۃ ہذہ الشرقیات المبارکۃ الشریفۃ اقل العباد صالح بن علی الرازی فی غرہ شہر جمادی الثانی سنۃ ثمانمائۃ الہلالیۃ بمدینۃ السلام بغداد حماہ اللہ تعالی علی الاضداد۔"(۸)

گویا۷۵۰ اور ۸۰۰ ہجری کی مکتوبہ کتب بخط نستعلیق کی موجودگی میں ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ میر علی تبریزی سے قبل خط نستعلیق وجود میں آچکا تھا۔ راقم سطور نے میر علی تبریزی کے مخترع خط نستعلیق ہونے کے باب میں جن بزرگوں کے اقوال نقل کیے ہیں وہ بالواسطہ یابلاواسطہ میر علی تبریزی کے شاگرد یا معتقد تھے۔ گویاان کے اقوال حقائق بینی کی بجائے عقیدت پرستی پر مبنی ہیں۔ ہاں!ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ میر علی تبریزی نے خط نستعلیق کو مروجہ معاصر خطوط سے ممتاز کرنے کے لیے اس میں تصرفات کیے اور اس کے قواعد وضوابط بھی وضع کیے۔ اس لیے ہم میر علی تبریزی کو خط نستعلیق کے "واضع الاصل" کی بجائے صرف اس کو "واضع" اور ممتاز کرنے والا کہیں تو بے جانہ ہو گا۔ صاحب مناقب ہنروران کا قول صداقت پر مبنی ہے:

"میرعلی باین خط روش روشن داد واز سایرِ اقلام ششگانہ امتیاز بخشید۔" (۹)

مرآۃالعالم میں ہے:

"بسا خطوط نستعلیق کہ پیش از دورۂ امیر تیمور دیدہ اند و میر علی آں خط را تکمیل کرد۔ بہرطریق از متقدمان نستعلیق راکسی برابر میر علی ننوشتہ است" (۱۰)

غلام محمد ہفت قلمی کے قول کے مطابق:

لیکن ایں مردبزرگوار (میر علی تبریزی) قواعد درخط نستعلیق مقرر نمودہ نزاکتی بہم رسانیدہ۔" (۱۱)

اس ساری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ:

(i) خط نستعلیق کے مخترع اول کے وجود کا ہنوز کوئی تاریخی ثبوت نہیں مل سکا۔

(ii) میر علی تبریزی سے پہلے خط نستعلیق مروج ہو چکا تھا۔

(iii) میر علی تبریزی نے اس مروجہ خط کو تمام معاصر خطوط سے ممتاز کرنے کے لیے اس خط

کے قواعد و ضوابط اس طرح وضع کیے اور اس خط کے لکھنے میں ایسی مہارت حاصل کی کہ ان کے شاگرد و معتقدین انہیں اس خط کا اصل مخترع سمجھنے لگے۔

ماہرینِ خطِ نستعلیق

میر علی تبریزی

میر علی سلطانی بن حسن تبریزی امیر تیمور گورگان اور شاہرخ تیموری کے عہد کے مشاہیر میں سے تھے۔
سلطان علی مشہدی نے میر علی تبریزی کو سادات علوی میں شمار کیا ہے:

نسبتش بود با علی ازلی نسبتش نیز میر سد بعلی

میرزا سنگلاخ نے لکھا ہے کہ میر علی تبریزی نے طویل عمر پائی۔ صاحب شاہد صادق نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے کہ میر علی تبریزی کا انتقال ۸۵۰ھ میں ہوا۔
میر علی تبریزی نے خط نستعلیق کے قواعد و ضوابط کچھ اس طرح وضع کیے کہ ان کے تلامذہ اور معاصرین انہیں اس خط کا مخترع اول سمجھنے لگے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ میر علی نے اس کو سر و صورت بخش کر اسے ایک مستقل خط کی حیثیت دی۔ مصطفیٰ عالی صاحب مناقب ہنروران نے میر علی کو "قدوۃ الکتاب" اور حالات ہنروراں کے مصنف نے "ظہیر الدین" کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

سلطان علی مشہدی کے قول کے مطابق میر علی تبریزی شاعر تھے:

خط پاکش چو شعر او موزون ہست تعریف او زحد بیرون

صاحب قواعد خطوط و ریحان نستعلیق نے میر علی تبریزی کو حافظ قرآن لکھا ہے۔ سلطان علی مشہدی کے قول کے مطابق میر علی تبریزی اپنے عہد کے مروجہ جمیع خطوط میں مہارت رکھتے تھے:

درجمیع خطوط بود شگرف زوستادان شنیده ام این حرف

میر علی تبریزی کی تحریریں آج بھی یورپ، ایران، پاکستان اور ہندوستان کے کتب خانوں

میں محفوظ ہیں۔ جن میں سے بعض قدیم اوراہم تحریروں کاذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) مرقع دوازده رقعه ای مناجات حضرت علی رضی الله عنه‘ باترجمۂ فارسي آن درکتابخانۂ سلطنتی ایران ایں قدیم ترین تحریر میر علی است.

(۲) خمسۂ نظامی و امیر خسرو دہلوی (درمتن و حاشیه) درکتاب خانه ملی تہران : مکتوبه

”فرغ من کتابة العبد علی احسن الله احواله فی سنة اربع وعشرین ثمانیایته الهجریة“

(۳) کلیات سعدی شیرازی دریک مجموعۂ شخصی۔

”تمت الطیبات بعنوان واهب العطیات فی شهر شعبان سنة اربعین و ثمانمایة“

(۴) بوستان سعدی (مصور) میر علی نے ۷۷ھ میں بوستان کا یہ نسخہ امیر تیمور کے لیے کتابت کیا۔اس کے ایک ورق کا عکس ”فہرست برگزیدہ نسخہ ہائے خطی مینیاتور ایرانی وہندی“مطبوعہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔(۱۲)

صالح بن علی رازی

خط نستعلیق کے قدیم ترین ماہرین میں سے تھے۔ان کے حالات کلی طور پردۂ اخفی میں مسطور ہیں۔صرف دیوان سلطان احمد جلائیر ان کے ہاتھ کالکھا ہوا کتاب خانہ ایاصوفیہ استانبول میں محفوظ ہے۔جس کا سال کتابت ۸۰۰ھ ہے۔اس کا ترقیمہ اس طرح ہے:

”خدم بکتابته هذا الشرقیات المبارکة الشریفة

اقل العباد صالح بن علی الرازی فی غره شهرجمادی الثانی سنه ثمانمائة الهلالیته بمدینة السلام بغداد حماه الله تعالی من الاضدار“(۱۳)

(۱) میر عبیداللہ تبریزی (فرزند میر علی تبریزی)

گلستان ہنر میں ہے:

”میر علی تعلیم به پسرش عبدالله داد و او در این فن سرآمد

دوران شدو بعضی دیگر نوشته اند خطش صورتی برنگرفت اماقول اول اصح است و اقرب۔"

متاخرین نے اسے "شیریں قلم" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ تذکرہ نویسوں میں سے صرف سپھر نے میر عبیداللہ کا سال وفات ۸۶۰ھ لکھا ہے۔

متقدمین تذکرہ نویسوں میں سے محمد قصہ خواں نے میر علی تبریزی کے لڑکے کا نام عبیداللہ تحریر کیا ہے اور یہ قول حقیقت سے بعید نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے کلیات اشعار سلطان احمد جلائیر مکتوبہ ۸۰۹ھ کے ترقیمہ میں اپنا نام "عبیداللہ بن علی الکاتب السلطانی" تحریر کیا ہے:

"خدم بکتابة کنوزالعشاق المبارکة العبد الفقير عبيدالله بن علی الکاتب السلطانی اصلح الله شانه فی شهورسنه تسع و ثمان مائة الهجرية۔"

ایک اور مثنوی کا ترقیمہ اس طرح ہے:

"خدام بکتابة هذه اللوامع الانوار المبارکة الشريفة اقل المماليك والعبيد عبيدالله بن علی الکاتب السلطانی ختم اله بالحسنی فی خامس شهر رمضان المبارك سنه تسع و ثمان مائة الهجرية بدارالسلطنة بغداد حميت من الاضداد"

میر عبیداللہ تبریزی کے اس سے زیادہ حالات نہیں مل سکے۔ مذکورہ بالا دونوں خطی نسخ بخط میر عبیداللہ کتاب خانہ استانبول میں محفوظ ہیں۔

جعفر تبریزی

مولانا جعفر بن علی تبریزی بایسنغری معروف ترین نستعلیق نویسوں میں سے تھے۔ جعفر تبریزی کے مفصل حالات تذکروں میں نہیں ملتے۔ ایک اندازہ کے مطابق جعفر تبریز کے مردم خیز خطہ سے تعلق رکھتا تھا۔

جعفر "بایسنغری" شاہرخ مرزا بن تیمور گورگانی کا تربیت یافتہ تھا۔ اس مناسبت سے وہ اپنے آپ کو "بایسنغری" کی نسبت سے مفتخر کرتا تھا۔

جعفر نے بایسنغر میرزا کے دربار سے منسلک ہونے سے قبل تبریز میں قیام کیا تھا۔ اسی قیام کے دوران میں وہ جلال الدین میران شاہ بن امیر تیمور در آذربایجان (۸۰۷۔۸۱۰) کے دربار میں بھی رہا۔ چنانچہ کتاب خانہ خزینہ اوقاف استانبول میں مخزونہ ملتا ہے۔

اس مرقع میں ایک اور قطعہ بھی ہے جس سے اس کے میرزا علاء الدولہ متوفی ۸۶۳ھ کے ہاں قیام کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

سلطان علی قاینی خوش نویس متوفی ۹۱۴ھ کا ایک خود نوشت قطعہ کتاب خانہ خزینہ او قاف استانبول میں موجود ہے میں اس نے جعفر کا نام' لقب اور نسبت کا ذکر اس طرح کیا ہے: ۔

" نقل من کتابة قبلة الکتاب مولانا کمال دین جعفر البایسنغری علیه الرحمة"-----(۱۴)

جعفر کے شاگرد ارشد اظہر نے جعفر کا اپنے ایک قطعہ میں اس طرح ذکر کیا ہے:

"ومخترع الثانی وهو شیخی و قبلتی مولانا کمال الملة والدین جعفر التبریزی روح الله تعالی روحه العزیز"

بعض تذکرہ نویسوں نے جعفر کو خط نستعلیق میں براہ راست میر علی تبریزی کا شاگرد لکھا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس نے میر عبداللہ بن علی تبریزی سے اس فن میں کسب فیض کیا ہے۔ جعفر تبریزی کے تلامذہ بذات خود اپنے فنون کے باکمال گذرے ہیں۔ خط نستعلیق میں اظہر تبریزی و شیخ محمود زریں قلم خفی نویس۔ خط تعلیق میں عبدالحی استر آبادی اور خطوط اصول میں عبداللہ طباخ بہت مشہور ہوئے ہیں۔

تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ کتاب خانۂ بایسنغر میں چالیس خوش نویس جعفر تبریزی کی زیر سرپرستی کتابوں کو مصور' مذہب اور قطاعی و وصالی و مجلدی کرنے میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ ان کی مرصع کاری کے چند نمونے مختلف کتب خانوں میں ہنوز موجود ہیں۔ ان کمال اصحاب میں سے:-

۱- حافظ علی ہروی	۲- شمس الدین محمد کاشی نوائی
۳- محمد بن سلطان استر آبادی	۴- میر صنعی نیشاپوری
۵- شوقی یزدی	۶- حافظ باباجان تربتی
۷- فیضی برادر حافظ باباجان	۸- شہابی
۹- عبداللہ قزوینی	۱۰- آیتی تبریزی
۱۱- نازکی مکتب دار	۱۲- ابراہیم شعار تبریزی

۱۳-	ابراہیم تبریزی	۱۴-	محب علی نائی ہروی
۱۵-	دوست محمد کوشوانی	۱۶-	اسماعیل نجاتی
۱۷-	خواجہ محمود استر آبادی	۱۸-	ملا جان کاشی
۱۹-	شیر علی	۲۰-	محمد کاتبی ترشیزی
۲۱-	سیمی نیشاپوری	۲۲-	امیر شاہی سبزواری
۲۳-	سید جلال بن عضد	۲۴-	خواجہ محمود سبزواری
۲۵-	یحیی سیبک نیشاپوری		

جعفر بایسنغری کا صحیح سال وفات معلوم نہیں تاہم اس کی موجودہ تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ۸۶۱۔۸۵۶ میں یقیناً بقید حیات تھا اور اپنی زندگی میں چالیس سال کاتب وخوش نویس مقرر رہا۔

دنیا کے معروف کتب خانوں میں جعفر تبریزی کی تحریریں محفوظ ہیں۔ حسب ذیل اہم تحریروں کا ذکر مہدی بیانی مرحوم نے کیا ہے:

(۱) شاہنامۂ فردوسی جس کی کتابت جعفر نے بایسنغر مرزا کے حکم سے کی۔ اس نسخے کی تذہیب، ترصیع، تشعیر اور تجلید نہایت عمدہ طریقہ سے کی گئی۔ ترقیمہ کاتب اس طرح ہے۔

قدوقع الفرغ من تحرير هذا الكتاب الشريف وتسطير ذلك الرق المنيف باشاره الخان بن الخان سلطان سلاطين العهد والزمان' غياث السلطانة والدنيا والدين' بايسنغر بهادرسلطان' خلدالله تعالى ملكه وسلطنة ' على يد العبد الضعيف المفتقرالى رحمة البارى جعفر البايسنغرى اصلح الله احواله فى الخامس من جمادى الاولى سنة ثلاث و ثلاثين و وثمانمائة هلالية والحمد لله اولا وآخرا۔"

۲- خواجہ حسن سجزی دہلوی کے دیوان کا سال کتابت ۸۲۵ھ بخط جعفر کتاب خانہ سلطنتی ایران میں موجود ہے: ترقیمہ

"كتبه العبد المحتاج الى الله الغنى' جعفر البايسنغرى' احسن الله احواله فى الدارين فى خامس عشرين و ثمانمائة الهجرية بدارالسلطنة هراة' حميت عن الآفات والنكبات قم۔"

۳- پیرس کے سرکاری کتب خانہ میں کلیات ہمام تبریزی کا ایک خطی نسخہ بخط جعفر موجود ہے۔ ترقیمہ اس طرح ہے:

"تمت الديوان بعون الله احسن توفيقه علىٰ يدالعبد الفقير المحتاج الى رحمة الله تعالىٰ جعفر بن على التبريزى انجح الله آماله فى ثالث صفر ختم بالخير والظفرلسنة ست عشروثمانمائة۔"

دوسری جگہ اس طرح لکھا ہے:

"كتبه الفقير الحقير المحتاج الى رحمة الله تعالى وغفرانه جعفر التبريزى الحافظ انجح الله آماله فى رابع عشرين جمادى الثانى سنة ست عشروثمانمائة هجرية ۔"

درج بالا اقتباسات سے حسب ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں:

(i) یہ خطی نسخہ جعفر کی نسبت بایسنغری سے خالی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جعفر اس کے سال کتابت ۸۱۶ھ تک بایسنغر مرزا کے دربار سے منسلک نہیں ہوا تھا۔

(ii) جعفر کے والد کا نام "علی" تھا

(iii) جعفر حافظ قرآن تھا۔

خط نستعلیق کے معماروں اور اس خط کی آبیاری کرنے والوں کی فہرست میں جعفر تبریزی کا نام سر فہرست ہے۔

اظہر تبریزی

اظہر تبریزی' مرزا جعفر بایسنغر کا شاگرد تھا۔ اظہر تبریز سے ہرات آیا اور سلطان ابوسعید بن محمد بن میران شاہ تیموری (۸۵۵۔۸۷۳) کی ملازمت اختیار کی۔ دوست محمد کاتب ہروی نے مقدمہ مرقع بہرام مرزا صفوی میں ذکر کیا ہے کہ اظہر کتاب خانۂ بایسنغر میں کتابت کرتا تھا:

"مولانا شهاب الدين 'عبدالله و مولانا ظهير الدين اظهر وساير اہل کتاب خانه درظل رافت گورگانی سمرقند برد وروی تربیت کلی بجانب ایشان آورد و مصاحب خود نمود و امر کتابت تاریخ زمان

فضیلت نشان خود را بایشان فرمود۔" (۱۵)

صاحب مرآۃ العالم اور شیخ ابوالفضل بن مبارک منشی نے اظہر اور جعفر دونوں کو میر علی تبریزی کا شاگرد لکھا ہے۔ سپھر نے اپنے تذکرہ میں اظہر کو میر عبیداللہ کا شاگرد بیان کیا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں اقوال ضعیف ہیں۔

(i) مرقع بہرام مرزا صفوی میں ایک ورق بخط اظہر بھی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اظہر جعفر تبریزی کا شاگرد ہے۔

"مفردات و مرکبات نسخ تعلیق علی طریق واضع الاصل خواجه امیر علی تغمده اله بغفرانه و مخترع الثانی و هو شیخی و قبلتی مولانا کمال الملته و الدین جعفر التبریزی روح الله روح العزیز کتبه اظهر"۔ (۱٦)

(ii) عبدالرزاق سمرقندی نے مطلع السعدین (درضمن واقعات ۸۳۷ھ) میں لکھا ہے:

"امروزظهیر الدین اظهر درخط نستعلیق ازشاگردان جعفر بی نظیر عصر است"۔

مندرجہ صدر دونوں اقوال سے مترشح ہوتا ہے کہ اظہر جعفر تبریزی کا شاگرد تھا۔

متاخرین تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ اظہر ہرات سے یزد، کرمان، اصفہان، شیراز اور ماوراء النہر سے ہوتا ہوا مکہ مکرمہ حج کے لیے گیا۔ اسی دوران میں موصل اور حلب سے بھی گذرا۔ مرزا سنگلاخ کے قول کے مطابق اظہر نے شیخ الاسلام حلب کی خواہش پر جامع مسجد حلب کا کتبہ بھی لکھا تھا۔

اظہر نے خط نستعلیق کی ترویج و اشاعت میں بہت محنت سے کام کیا معاصرین نے اس خط کو اساتذہ کے خطوط پر ترجیح دی ہے۔

اظہر کے معروف ترین تلامذہ میں سے سلطان علی مشہدی، سلطان علی قاینی، شیخ بایزید پورانی وغیرہ کے تراجم سے تذکروں نے اپنی زینت بڑھائی ہے۔

دنیا کے معروف ترین کتب خانوں میں اظہر کی تحریریں محفوظ ہیں۔ کتاب خانہ ملی ایران میں شش دفتر مثنوی بخط اظہر موجود ہے جس کا ترقیمہ اس طرح ہے:-

" تم کتاب المثنوی المولوی--- علی یدی اضعف عباداللہ الاقدر العبد

اظهرستراللہ عیوبہ فی ربیع الاول سنۃ اثنی وسبعین وثمانمائۃ"۔

۲۹ قطعہ از مرقعات بہرام مرزا، شاہ اسماعیل، امیر حسین بیگ، امیر بیگ بتاریخ ۸۴۰، ۸۷۳ شامل ہیں۔

دانش گاہ پنجاب لاہور میں ایک نسخہ خمسئہ نظامی وامیر خسرو مکتوبہ ۸۷۷ھ بخط اظہر موجود ہے جس کا ترقیمہ اس طرح ہے:

"تمت الکتاب بعون الملک الوھاب بید الاحقر اظہر تبریزی شھر رجب المرجب سنۃ سبع وسبعین وثمانمائۃ در دارالامان اصفھان"

اظہر کا سال ولادت و وفات معلوم نہیں۔ سکھر کا تحریر کردہ سال وفات اظہر ۸۶۲ھ قابل اعتماد نہیں۔ اظہر کی موجودہ تحریروں سے ۸۷۷ھ تک اس کا زندہ ہونا ثابت ہے۔ قیاس یہی ہے کہ اظہر قریباً ۸۸۰ھ میں فوت ہوا۔

سلطان علی مشہدی

سلطان علی مشہدی کے مختصر حالات خطاطین کے ہر تذکرہ نویس نے لکھے ہیں۔ خود سلطان علی نے اپنے ایک رسالہ "خوش نویسی" تالیف بسال ۹۲۰ء میں اپنے حالات لکھے ہیں جن کا ملخصاً یہاں اعادہ کیا جاتا ہے۔

سلطان علی کے والدین مشہد کے رہنے والے تھے۔ وہ سات سال کی عمر میں یتیم ہو گئے۔ ان کے والد نے بعمر چالیس سال انتقال کیا۔ ان کی تربیت ان کی والدہ نے کی۔ بیس سال کی عمر میں اپنے شہر کے مدرسہ میں فن خوش نویسی کے اکتساب کی غرض سے گئے۔ اور صبح و مساء یہاں مشق کرتے ہے۔

مشہد کے ایک بزرگ میر مفلسی کی صحبت سے ان کے شوق کو مزید جلا ملی۔ خود لکھتے ہیں:

"چوں صاحب حال بودہ موجب تبدیل احوال اوگردیدہ و سبب شدہ است کہ شوق وی بخط زیادہ گردد"۔

سلطان علی مشہدی کا نسب نامہ تو در کنار تذکرہ نویسوں نے ان کے والد تک کا نام نہیں لکھا۔ خود سلطان علی نے صرف دو مقامات پر اپنے والد کا نام "محمد" اس صورت میں لکھا ہے۔

کتاب خانہ ملی ایران میں "سالنامۂ عارفی" کا ترقیمہ اس طرح ہے:

" وفق بکتابة هذه النسخه المنظومه اقل الکاتبین سلطان علی بن محمد المشهدی"۔

مثنوی مولانا روم کے دفتر پنجم میں اس طرح اشارہ کیا ہے:

"سلطان علی بن محمد المشهدی"(۱۷)

معاصر تذکرہ نویسوں نے "قبلۃ الکتاب" میر علی ہروی نے رسالہ "مدادالخطوط" میں "سلطان الخطاطین" اور متاخرین نے "زبدۃ الکتاب" کے لقب سے ملقب کیا ہے۔

جعفر تبریزی نے شاہرخ مرزا کے لیے خمسۂ نظامی کی کتابت کا آغاز کیا تھا لیکن ناتمام رہا۔ مرزا سلطان ابو سعید کی خواہش پر سلطان علی مشہدی نے اس کی تکمیل کی۔(۱۸)

سلطان علی مشہدی کے استاد کے بارے میں اختلاف ہے۔ حالات ہنروران میں ہے:-

"حافظ حاجی محمد استاد حضرت مولانا سلطان علی اند۔ شاگرد ظهیر الدین اظهر اند اما شرف شاگردی مولانا جعفر نیز دریافته اند"۔(۱۹)

مرقع امیر حسین بیگ خزانہ دار شاہ طہماسپ کے مقدمہ نوشتہ بسال ۹۶۸ھ میں ہے:

"و نسبت شاگردی ایشان (سلطان علی مشهدی) بجناب مولانا اظهر هروی است' اگرچه سرخط ازونگرفته اند اما ازر وی کتابات وقطعاتش مشق نموده اند"۔(۲۰)

اکثر تذکرہ نویس متفق ہیں کہ سلطان علی مولانا اظہر علی تبریزی کے شاگرد تھے۔

سلطان حسین مرزا گورگانی (۸۷۳۔۹۱۲ھ) نے سلطان علی کو ہرات بلا کر اپنے خاص کتب خانہ میں فن کتابت پر مامور کیا۔ اس مناسبت سے سلطان علی نے اپنی تحریروں میں خود ہی "کاتب السلطانی" لکھا ہے۔ سلطان علی مرزا کے دربار میں عرصۂ دراز تک مرفہ و محترم رہے۔

بزرگ' امراء اور شہزادگان بھی سلطان کی بڑی عزت کرتے تھے اور انہیں ہم نشینی کی دعوت بھی دیتے تھے۔ ایک رقعہ جو خود سلطان علی نے سلطان حسین مرزا کے فرزندوں میں سے کسی ایک کے نام لکھا' شائع ہو چکا ہے۔(۲۱)

سلطان علی نے سلطان یعقوب آق قویونلو کے لیے بھی قطعات لکھے۔ خزینہ اوقاف

استانبول میں بخط سلطان علی ایک قطعہ در مدح سلطان یعقوب المذکور بھی ہے۔ جس کا ایک شعر اس طرح ہے۔(۲۲)

بلند مرتبه یعقوب بن حسن که زعدل   لوای اوج و جلالت بآسمان افراشت

سلطان علی نے ایک منظوم کتاب "قواعد خطوط" کے نام سے ۹۲۰ھ میں تصنیف کی۔

ذکر تاریخ سال و ماه کنم   تاکی ایں نامه را سیاه کنم

ذکر اتمام نظم ایں نامه   نهصد وبیست زد رقم خامه

بود مانخست از اول سال   که بآخر رسید قال و مقال

"قواعد خطوط" کی تصنیف کے وقت سلطان علی مشہدی کی عمر ۸۴ سال تھی۔ خود اس میں بیماری اور ناتوانی کی شکایت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

بود ہشتاد و چار عمر عزیز   گشته زایل تمام عقل و تمیز

قواعد خطوط کے خطی نسخ (۱) کتاب خانہ عمومی لینن گراڈ (۲) کتاب خانہ ملی پیرس (۳) مسلم یونیورسٹی علی گڑھ احترام الدین شاغل وغیرھم

سلطان علی مشہدی نے بعمر ۸۵ سال بتاریخ دہم ربیع الاول ۹۲۶ھ میں انتقال کیا۔ بقول قاضی احمد بن میر منشی قمی صاحب گلستان ہنر (سلطان علی) درمحاذی پای مزار حضرت امام رضاکه از بیرون متصل به گنبد امیر علی شیرنوائی و مدرسه شاہرخی است نزدیک پنجره فولادبخاك سپرده شد۔ محمد ابریشمی (یکے از شاگردان سلطان علی) نے لوح مزار سلطان علی پر یہ اشعار کندہ کیے۔

آن کو رقم زدی قلمش خط جانفزا
در حرف او کشیده قلم کاتب قضا

جاں یافتی قلم چو رسیدی بخط او
آخر ولی شدش قلم دست خاك پا

خطش همین نبودنکو در طریق نظم
لطف سخن چوحسن خطش بوددلکشا

رہ داد از مناسبت نام نزد خویش
سلطان ابوالحسن علی موسی رضا

رو در فناست ہرچہ بہ دنیا بغیراو
ماند ہمیں خدا و نماند بجز خدا

لوح کے حواشی میں سلطان علی کی یہ رباعی بخط محمد ابریشمی موجود ہے:

عین عدم و الم بود عالم دون زنہار درو مجوی آرام و سکون
چوں اکثر جزو عالم آخر الم است رفتیم از ایں الم دل غرقہ بخون

سلطان علی مشہدی کے سال ولادت ووفات کے باب میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔
ریحان نستعلیق اور مرآت العالم وغیرہ میں ۹۱۰ھ حبیب السیر' قواعد خطوط اور بروکلمان ہوار نے ۹۱۹ھ غلام محمد ہفت قلمی نے ۹۰۲ھ 'مرزا سنگلاخ نے ۹۱۵ھ اور صاحب گلستان ہنر نے ۹۶۲ھ لکھا ہے۔
ان میں گلستان ہنر کا درج کردہ سال وفات ۹۲۶ھ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ ۹۲۰ھ میں تو سلطان علی نے "قواعد خطوط" تصنیف کی جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔
مہدی بیانی مرحوم کی تحقیق کے مطابق سلطان علی کا سال ولادت ۸۴۱ھ اور سال وفات ۹۲۶ھ ہے۔(۲۳) سلطان علی مشہدی کے حسب ذیل تلامذہ کا ذکر تذکرہ نویسوں نے کیا ہے۔
سلطان محمد نور' سلطان محمد خنداں' محمد ابریشمی' زین الدین محمود' انکے علاوہ ذیل کے خوش نویس بھی سلطان علی کے شاگرد ہونے کے مدعی ہیں۔ان کا دعوی شاگردی تاریخی اعتبار سے محل نظر اور تحقیق طلب ہے۔

علاء الدین رزہ ای' پیر علی جامی' محمد قاسم شادی شاہ' عبدی نیشاپوری (۲۴)' شاہ محمود نیشاپوری' قلندر کاتب' میرہبتہ اللہ کاشانی' رستم علی خراسانی' ملاغیاث الدین' محمد مذہب ملا محمد سروستانی' سلطان علی سبز مشہدی (۲۵)' مقصود علی ترک' جلال الدین محمود' شیخ نورالدین پورانی' عبدالواحد مشہدی' شمس الدین محمد کرمانی' جمشید معمائی' عبدالصمد' سلطان علی مشہدی کی تحریریں آج بھی دنیا کے عظیم کتب خانوں میں محفوظ ہیں جو کتبات' کتب' قطعات اور مرقعات پر مشتمل ہیں۔
مہدی بیانی مرحوم نے ان کا نہایت تفصیل سے ذکر کیا ہے۔(۲۶)

میر سلطان علی ہروی

میر علی اپنے عہد کے نامور ترین خوش نویسوں میں سے تھا۔ یہ "کاتب سلطان" کے لقب سے بھی ملقب تھا۔ اور اپنی تحریروں میں "میر علی سلطانی" "میر علی کاتب السلطانی" میر علی حسینی ہروی "میر علی" اور کبھی صرف "علی" ہی رقم کرتا تھا۔

میر علی نے خط نستعلیق کی ابتدائی تعلیم ہرات میں سلطان علی مشہدی المذکور کے شاگرد زین الدین محمود متوفی ۹۱۸ھ سے حاصل کی۔ پھر وہ مشہد گیا اور مدت تک سلطان علی مشہدی کی خدمت میں رہا پھر ہرات واپس آکر وہ اپنے فن کی تکمیل میں مشغول ہو گیا۔

میر علی ہرات میں سلطان حسین مرزا بایقرا کے دربار سے منسلک تھا۔ جب عبید اللہ خان ازبک (م ۹۴۵) حاکم بخارا کی فوجوں نے ۹۳۵ھ میں ہرات فتح کیا تو میر علی دوسرے فنکاروں کے ساتھ جبراً بخارا بھیج دیا گیا۔ جہاں بقیہ زندگی وہ اپنے فن کی خدمت میں مشغول رہا۔ اس نے وہیں انتقال کیا۔ اور جوار مزار حضرت سیف الدین باخرزی میں بمقام فتح آباد مدفون ہوا۔

غلام محمد ہفت قلمی نے مجنون بن محمود الرفیقی مصنف خط وسواد اور رسالہ رسم الخط لکھا ہے کہ یہ میر علی ہروی ہی کا نام ہے۔ (۲۷) اسی کی تقلید میں مسٹر ریو۔ نے فہرست مخطوطات فارسی برٹش میوزیم میں مجنون کے اصل نام "میر علی ہروی" ہونے پر اشتباہ کا اظہار کیا ہے۔ مہدی بیانی مرحوم نے اس قیاس آرائی کو غلط قرار دیا ہے۔ (۲۸) اور ان کا کہنا ہے کہ مجنون میر علی ہروی کے علاوہ کوئی اور خطاط تھا۔

میر علی ہروی کے سال وفات کے باب میں تذکرہ نویسوں کا اختلاف ہے۔ ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۴۰، ۹۵۱، ۹۹۷، ۹۶۶، ۹۷۶، میر علی ہروی کی ۹۵۱ھ تک کی تحریریں دستیاب ہو چکی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ میر علی ۹۵۱ھ میں زندہ تھا۔

"مذکر احباب" مولفہ شیخ حسن نثاری بخاری بسال ۹۲۹ھ میں لکھا ہے۔

"میرزا بیگ نامی از معاصرین میر علی ویرا بخواب دید و تاریخ مرگش را از اوپر سید ' میر علی گفت "میر علی فوت نموده" و بعد خود میرزا بیگ ایں قطعه تاریخ راسرود"۔

آن بحر فضائل، سر ارباب ہنر
در واقعه دیدیم باطوار ستوده

گفتیم که تاریخ وفات توچه گوئیم ؟
گفتا که بگو "میر علی فوت نموده"

مناقب ہنروراں نے بھی یہی سال وفات نقل کیا ہے۔(۲۹) لیکن مرقع گلشن(۳۰) میں ایک قطعہ بخط میر علی ہروی بسال۹۵۱ھ موجود ہے۔

"کتبه الفقیر المذنب علی الکاتب السلطانی فی سنه ۹۵۱ بدار السلطنته بخارا" (۳۱)

میر علی ہروی کی تحریریں دنیا کے عظیم سرکاری اور نجی کتب خانوں کی زینت ہیں۔ محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو نے مجلّہ علوم اسلامیہ علی گڑھ دسمبر ۱۹۶۰ء میں میر علی ہروی کی خودنوشت کتابوں کی ایک فہرست دی ہے۔ اس طرح مہدی بیانی نے بھی احوال و آثار خوش نویساں میں میر علی ہروی کی تحریروں کی ایک طویل اور مفصل فہرست نقل کی ہے۔

میر علی ہروی نے ملاعارفی (۳۲) کی مثنوی "گوی و چوگان" کے کئی نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ذخیرہ حبیب گنج میں "گوی و چوگان" کا نسخہ بخط امیر علی مکتوبہ ۹۶۲ھ موجود ہے۔ جس کے چار اہم اوراق کا عکس ڈاکٹر مختار الدین صاحب نے مجلّہ مذکور میں شائع کر دیا ہے۔

اگرچہ میر علی ہروی کا خط نستعلیق کے ابتدائی معماروں میں شمار کیا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے حسن خط کا متاخرین مغلیہ عہد کے خطاطین بھی مقابلہ نہیں کر سکے۔

خط نستعلیق کے ابتدائی معماروں میں صرف چند مشاہیر کا ذکر کیا گیا ہے۔ خوشنویسوں کے تذکرے ان کے حالات سے مملو ہیں۔ متاخرین میں سے مہدی بیانی مرحوم نے صرف نستعلیق نویسوں کا ایک تذکرہ لکھا ہے۔ جس کی اب تک دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور تیسری زیر طبع ہے۔

مسلمان جب برصغیر پاک و ہند میں آئے تو دیگر فنون کے ساتھ خطاطی بھی ہمراہ لائے۔ لیکن سلاطین دہلی کے زمانے تک زیادہ تر ایرانی خوش نویسوں ہی کی تقلید ہوتی رہی۔ اور خود ہندوستانیوں نے ان کے رائج کردہ خطوط میں کوئی خاص جدت پیدا نہیں کی۔ جب مغلوں کے دور کا

آغاز ہوا تو انہوں نے دوسرے فنون لطیفہ کی طرح خوشنویسی کی بھی بڑی قدر دانی اور سرپرستی کی۔ ان میں اکثر سلاطین اعلیٰ درجہ کے خوش نویس تھے۔

بابر نے اپنی جودت طبع سے ایک خاص قسم کا خط اختراع کیا جو شاید خط نسخ کی ایک شکل تھی۔ بابر نے توزک میں جا بجا اس کا ذکر کیا ہے۔ یہ خط 'بابری کے نام سے معروف ہوا۔ (۳۳)

اکبر، جہانگیر اور شاہ جہان کے دور میں تو فن خوش نویسی اپنے معراج کمال کو پہنچ چکا تھا۔ معاصر مورخین نے نہایت شرح وبسط سے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

تیموری دور کے خطاطین

عبدالرحیم خان خانان

عبدالرحیم خان خانان ۱۴ صفر ۹۶۴ھ کو لاہور میں سلیمہ سلطان بیگم بنت جمال خان میواتی کے بطن سے پیدا ہوا۔ وہ نہ صرف ایک امیر، سپہ سالار، جنگجو تھا بلکہ ایک علم پرور شخص بھی تھا۔ عربی، فارسی، ترکی اور ہندی پر اسے عبور حاصل تھا۔ شعر بہت خوب کہتا تھا۔

خان خانان نے اپنا بے مثال کتاب خانہ احمد آباد گجرات میں قائم کیا تھا۔ اس میں نادر الوجود قلمی کتابوں کا ایک ذخیرہ تھا۔ کتابوں کو سنہری اور خوبصورت ترین جلدوں سے زینت دی جاتی تھی۔ اس کے کتب خانہ میں تمام معروف شعرائے معاصر کے دواوین خود شعراء کے ہاتھ کے لکھے ہوئے محفوظ تھے۔

خان خانان نہ صرف خود خوش نویسی کا دلدادہ تھا بلکہ اس نے اپنے دونوں لڑکوں مرزا ایرج اور مرزا داراب کو اعلیٰ درجہ کی خوش نویسی کی تعلیم دلائی تھی۔

"خط نستعلیق و نسخ راخوب می نوشتند' اکثر قطعه و ہفت بند دستخطی ایں صاحبان بنظر درآمده مطلا و مذہب و کاغذ زر فشاں"۔ (۳۴)

ملا عبدالباقی نہاوندی نے عبدالرحیم خان خانان کے حالات و واقعات پر ایک کتاب "مآثر رحیمی" ۱۰۲۵ھ تین ہزار صفحات کی کتاب لکھی تھی۔ اس کی آخری (تیسری جلد) خان خانان کے دربار سے منسلک علماء، شعراء اور خطاطین کے حالات پر مشتمل ہے۔ جن میں سے چند نامور

خطاطین کے حالات اختصار سے نقل کیے جا رہے ہیں۔

ملا عبدالرحیم عنبریں قلم

"ملا عبدالرحیم عنبریں قلم ہر وی از خوش نویساں روزگارست و نسخ تعلیق رابغایت نیکومی نویسدو دراوایل سن ازخراساں به ہندوستان شتافت بدربارایں سپه سالار (خان خانان) آمد وبه یمن شاگردی و تربیت ایں سپه سالار ترقی تمام درخطش پدیدآمد' وآوازۂ خوش نویسی او ہندوستان رافروگرفت و اکثر کتب ایں سرکار بخط آن نادرۂ زمان ست ومدتہا ملازم وچاکرایشان بود' و درایں کتاب خانه تربیت اومیکردند۔ کسب آداب میکرد۔ تاآنکه ایں سپه سالار اور ابنظر خلیفه الٰہی برده درسلک ملازمان بادشاہی درآورد' الحال درہندوستان بعد از ملا محمد حسین کشمیری بہترازوی نیست و رعایت ہایِ کلی و انعامہایِ نمایاں درایام ملازمت یافت والحال بدعاگوئی ایشان مشغول است"۔(۳۵)

عبدالرحیم "عنبرین رقم" اور روشن رقم" کے لقب سے ملقب تھا۔ عبدالرحیم جہانگیر کے دربار سے بھی متوسل رہا۔ اس لیے وہ اپنی بعض تحریروں میں خود کو جہانگیر شاہی بھی لکھتا ہے۔ عبدالرحیم عنبرین رقم کا سال وفات معلوم نہیں ہے۔ اس کی موجودہ تحریریں ۹۹۹ھ تا۱۰۳۴ھ ہیں۔ جہانگیر نامہ بخط عبدالرحیم مکتوبہ ۱۰۳۴ھ مخزونہ کتاب خانہ ملی ایران کا ترقیمہ اس طرح ہے۔

(۱) "فی شہورسنه اربع و ثلاثین والف من الهجرة النبوية ۱۰۳۴ھ کتبه' العبدالمذنب الفقير الحقير عبدالرحيم الہروی عنبرين. قلم ستراللہ عيوبه' وغفر ذنوبه تحريراً بدارالسلطنته آگره مرقوم قلم شکسته رقم گرديد۔"

(۲) "چہل مجلس علاء الدوله سمنانی مخزونه دہلی میوزیم"
"عبدالرّحیم روشن رقم ۱۰۲۰ ھ"

(۳) سہ قطعہ از مرقعئی بقلم و تاریخہائی مخزونہ کتاب خانہ دانش گاہ استانبول۔(۳۶)

"کتبہ' الفقیر عبدالرحیم عنبرین قلم جہانگیر شاہی"۔

"فقیر عبدالرحیم جہانگیر شاہی فی شہورسنہ ۱۰۳۲ھ"

شجاع

"شجاعا از شیراز بود و خط نسخ و ثلث وغیرہ رابغایت نیکومی نوشت چنانچہ درآن فن سرآمد زمان خود بود--- درنہصد و نودونہ (۹۹۹ھ) درہنگامی کہ ایں سپہ سالاؔر بفتح سند مشغول بود از شیراز باتفاق بندگان آقایِ محمدشیرازی---در(ٹھٹھہ) شرف ملازمت دریافتند --- و در اندك زمانی خدام شجاعابمنصب جلیل القدر داروغی کتاب خانہ عالی--- سرفراز گشت"--- و ہنگام سفر آخرت نیزاز در دولت سرای ایشاں راہی شد' امید کہ اللہ تعالی از تقصیر اتش درگذرد"۔ (۳۷)

بہبود مرزا شاہنشاہی

مآثر رحیمی میں ہے:

دراوئل حال غلام مرزا باقی فرزند شد قبلتہ الکتاب مولانا میر علی خوش نویس مشہور بودہ و میرزای مومی الیہ تعلیق رابغایت خوب می نوشتہ و درنسخ تعلیق بروش پدربود قطعہا نوشتہ کہ الحال درجزو دران مستعدان ہست وبسیار پسندیدہ اند---- بہبود راکہ درفن نقاشی و نسخ تعلیق نویسی ازبی بدلان روزگارست بایں سپہ سالاروادہ بود والحال درقید حیات است و درکتاب خانہ عالی بسرمی بردوبزیب و زینت کتب سرکار خاصہ و کتابت اشتغال داردودراین ہر دوفن ازبی مثلان زمان خودست وراقم (عبدالباقی نہاوندی) تصویر و خط ایشاں رابنظر درآوردہ۔ الحق نادرہ زمان خودست"۔ (۳۸)

صاحب مناقب ہنروران نے بہبود کو محمد حسین تبریزی کا شاگرد اور شاہ طہماسپ اول صفوی کے متوسلین میں شمار کیا کرتا تھا۔

کتاب خانہ خزینہ اوقاف استانبول میں بقلم دودانگ متوسط تبقلید طرز خط سلطان علی مشہدی بہبود مرزا کا ایک قطعہ محفوظ ہے۔ جس کے ترقیمہ میں اس نے اپنا نام اس طرح لکھا ہے:

"مشق فقیر بہبود"۔(۳۹)

ملا حیدر عطائی

مآثر رحیمی میں ہے:-

"ازولایت جہرود شیرازست و درہندوستان به سپاہی گری اوقات میگزرانید وخالی ازطبع نظمی نیست و عطائی تخلص میکندو قابلیت واہلیت تمام داشت و نسخ تعلیق را نیکومی نوشت' درایام چاکر بہادر ولایت دکن درکلی ازمعارك شمشیری بردست راست اوزدند۔ دستنش از مرفق بان زخم افتاد و دیگر حالات ملازمت و چاکری اونماند والحال مدت بیست سال پیشترست که بہمان طریق بکتابت اوقاف میگذراند باوجودآنکه مداراوبرکتابت بود بآوازۂ غریب نوازی و مسکین پروری ایں سپه سالار دربرہان پورخاندیس، شرف ملازمتش دریافت۔ والحال مدت مدیدست که از انعام واحسانی که ازین سپه سالار (خان خاناں) دیده وقت می گذراند و بدعاگوئی دوام ایشان مشغولی می دارد ومرفه الحال و فارغ البال می باشد"۔(۴۰)

خان خاناں کی شان میں ایک طویل قصیدہ بھی لکھا تھا جو مآثر رحیمی جلد سوم ۱۵۲۸ تا ۱۵۳۵ منقول ہے۔

مرزا شکر اللہ شیرازی

مرزاشکرالله از دارالافاضل شیراز است و پدربزرگوارآنجناب از اعیاں و اکابر آنجا است و ہمیشه در اردویِ گیہان پوی بادشاہان عراق

بمناصب درمیان ارباب قلم و اہل سیاق ممتاز بود و بعضی اوقات بتحریر وفاتر سرکارخاصه ایشاں بسرمی برد و ہمواره درآن فن گوی دانش از نویسندگان و ارباب قلم می ربود---امامیرزای مومی الیه چوں یک چندی دراوئل سن خط تعلیق و علم سباق را در زیاده وباقصی الغایت رسانید--- و نسخ و تعلیق رابغایت خوب می نویسد و رقم نسخ برتعلیق استادان سابق کشیده --- اکنون که سنه ہزاروبیست و چهارم ۱۰۲۴ ھ ہجری بوده باشد بخطاب افضل خانی مشرف است و در دارالسلطنته اجمیر درسلک بندگان بادشاہی منتظم است۔ (۴۱)

فغفور لاھیجی

مآثر رحیمی میں ہے:

"وازخط نسخ و تعلیق از استادانٖ ایں زمان درگذشته"۔ (۴۲)

علم طب میں بھی دسترس رکھتے تھے، علم موسیقی سے بھی بہرہ ور تھے۔ شاعر بھی تھے۔ ابتدا میں "رسمی" اور کبھی کبھار "میر" اور سن کہولت میں فغفور تخلص کرنے لگے۔

"تاآنکه بتاریخ ہزار و دروازده ہجری بارادۂ سیر ہندوستان و دریافت ملازمت ایں قدردان دانشمندان ازاصفہان بیرون خرامیده بہندوستان افتاد و بشرف خدمت ایں بیداربخت (خان خانان) مشرف گشت الحال که سنه ہزارو بیست و چہار(۱۰۲۴) ہجریست در دارالسلطنت برہان پور خاندیش علم دانشوری و سخنوری برافراشته"(۴۳)

حکیم فغفور لاہیجی نے ۱۰۲۹ھ میں انتقال کیا اور نزدیک الہ آباد بر سر آگرہ مدفون ہوئے۔ مادۂ تاریخ یہ ہے۔

رفت فغفور سخن از ملک نظم
داغہا برسینۂ احباب ہشت

تادهد آب از سحاب چشم ما
گوہر یک دانه را در خاك كشت

چوں بہشتی بود شد تاریخ او
ہم نوا باعندلیبان بہشت. (۴۴)

مرزا فتح اللہ شیرازی

۹۹۰ھ میں اکبر بادشاہ کی ملازمت میں آئے عضد الملک خطاب پایا۔ کشمیر میں ۹۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ جملہ علوم و فنون میں کمال رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجہ کے خوش نویس اور خطاط بھی تھے۔ غلام محمد ہفت قلمی لکھتے ہیں:

"مرد فاضل و خوش نویس"(۴۵)

(۱) منہج الصادقین، تفسیر القرآن بالفارسی۔

(۲) تکملہ حاشیہ الدوانی علی تہذیب المنطق۔

(۳) خاشید علی تلک الحاشیہ۔ ان کی تصانیف میں سے ہیں۔

خواجہ ابراہیم حسین

صاحب مرآۃ العالم نے ان کا شمار خوش نویسوں میں کیا ہے۔ خواجہ صاحب میر دوری کے شاگردوں میں سے تھے۔ اکبر کے ملازمین میں بھی شامل تھے۔ عین جوانی میں ۱۰۰۱ھ میں انتقال کیا۔

میرموجب حکم پادشاه کونین
چوں کرد سفرز عالم پرشروشین

درماه صفر خواجه ابراهیم حسین
تاریخ شدش خواجه ابراهیم حسین

اشرف خان

میر منشی اشرف خان لقب محمد اصغر، ہفت قلمیں مہارت رکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے

متوسلین میں سے تھے۔ اشرف خان کے خطاب سے بھی نوازے گئے تھے۔ طبقات اکبری' تذکرہ خوش نویساں اور مرآۃ العالم وغیرہ میں ان کا سال وفات ۹۷۳ھ درج ہے۔

بایزید پورانی

بایزید پورانی شیخ پوران کی اولاد میں سے تھے۔ خط نستعلیق میں حد مہارت رکھتے تھے۔

عبدالحی حبیبی تاریخ افغانستان میں لکھتے ہیں:

"مرد فاضل' ہنر مند' شاعر تھے۔ جامع مسجد قدیم بخارا کا کتبہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ۹۰۰ھ کے بعد ٹھٹھہ کے درباری امراء میں شامل ہو گئے تھے"۔

ان کے تحریر کردہ چار قطعات از مرقع بہرام میرزا کتاب خانہ خزینہ اوقاف استانبول میں ہیں۔ اس کتاب خانہ میں ایک قطعہ از قطعات امیر غیب بیگ میں موجود ہے۔ (۴۵)

سلطان بایزید دوری

سلطان بایزید دوری بن میر نظام ہرات کے رہنے والے تھے۔ اور دوری تخلص کرتے تھے۔ اور نام سے پہلے سلطان بھی لکھتے تھے۔ اکبر بادشاہ کے متوسلین میں شامل تھے۔ طبقات اکبری میں ہے کہ بادشاہ نے انہیں "کاتب الملک" کا خطاب دیا تھا۔

دوری کو خط نستعلیق میں مہارت حاصل تھی۔ آخر عمر میں حج کے لیے گئے اور ۹۸۶ھ میں پانی میں ڈوب کر مر گئے۔

میر دوری کی تحریروں میں سے ریاست کپورتھلہ کے کتب خانہ سرکاری میں مثنوی خضر خانی و دولرانی امیر خسرو موجود ہے جس کا ترقیمہ اس طرح ہے:

"الفقیر الحقیر المذنب سلطان بایزید بن میر نظام مشہور بدوری بتاریخ شہر محرم الرحام سنہ ۹۷۲ھ"

کتاب خانہ خزینہ اوقاف استانبول میں میر دوری کا ایک قطعہ موجود ہے۔ (۴۶)

تمکین کابلی

آئین اکبری میں سے ہے کہ کہ نستعلیق خوش خط لکھتے تھے۔

طالعی یزدی

منتخب التواریخ میں ہے:

"خوش خط نستعلیق نویس است و بقدر طالب علمی داشته و در آگره بصحافی مشغول بود" (۴۷) انکے اشعار کا انتخاب بھی بدایونی نے کیا ہے۔

عبدالباقی نہاوندی

عبدالباقی نہاوندی کے حالات معاصر اور متاخر تذکرہ نویسوں نے شرح وبسط سے لکھے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(۱) عرفات العاشقین تقی اوحدی قلمی (۲) مجمع النفائس سراج الدین علی خان آرزو، خطی نسخہ دانش گاہ پنجاب (۳) تذکرۂ طاہر نصر آبادی مطبوعہ ایران (۴) جام جہان نما وغیر ھم۔

خود عبدالباقی نے اپنی بیش بہا تصنیف مآثر رحیمی میں شعراء کے تراجم کے باب میں اپنے مفصل حالات لکھے ہیں (مآثر ص ۱۵۳۵ تا ۱۵۷۶ جلد سوم)

عبدالباقی قریہ جولک من اعمال نہاوند (نون اول مفتوح اور مکسور دونوں جغرافیہ کے ماہرین نے جائز لکھا ہے) کے باشندے تھے۔ ان کے والد آقا بابا "مدرکی" تخلص کرتے تھے۔ ان کے برادر کلاں آقا خضرا شاہ عباس اول (۱۰۳۸ھ میں فوت ہوا) کے وزیر تھے۔ ان کو بڑا اثر ورسوخ حاصل تھا۔ یہاں تک کہ ۱۰۰۰ھ میں ان کو مکمل حکومت مل گئی۔ عبدالباقی کچھ مدت ہمدان میں رہے پھر سمنان، بسطام، دیلمان، لاہیجان، گیلان، بوانات، فارس، یزد، ابرقوہ گھومتے رہے۔ آخر ۱۰۲۳ھ میں خان خانان کے دربار سے متوسل ہوگئے اور مآثر رحیمی لکھنے کا حکم ہوا۔ خود مآثر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"بسیادت و نقابت پناه وحید الزمانی میرعماد قزوینی که درنسخ تعلیق، خط نسخ به خطوطِ استادانِ سابق کشیده بود، دادکه برطریق قطعه نوشته نزدایں کمینه بود--- بنظر ایشاں (عبدالرحیم خان خانان) درآورد و بغایت مستحسن ومقبول افتاد"۔

عبدالباقی نہاوندی نے ۱۰۴۲ھ میں انتقال کیا۔

عبدالصمد شیریں قلم

ہمایوں بادشاہ جب ایران گیا تو تبریز میں عبدالصمد ہمایوں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سال ۹۵۶ھ میں کابل میں بھی ہماریوں کی خدمت میں حاضری دی۔ عبدالصمد ہمایوں کے ہمراہ ایران سے ہندوستان آگئے۔ اور اس کے دربار سے منسلک ہوگئے۔ اکبر کے دربار میں بھی بلند عہدے پر فائز تھے۔ ۹۸۵ھ میں دارالضرب فتح پور اور ۹۹۴ھ میں ملتان میں صاحب دیوان ولایت ہوئے۔ غلام محمد ہفت قلمی کے قول کے مطابق:

"خط نستعلیق خوب می نوشت۔ وخطش نہایت شیرین"۔

"درمہارت قلم چنان ہنرمندی بود کہ سورۂ مبارکہ اخلاص بردانہ خشخاش نوشت" (مصحح تذکرہ ہفت قلمی ص ۸۴)

برائے شرح حال عبدالصمد رجوع کنید بہ اکبرنامہ جلد سوم ص ۱۹۵، آئین اکبری ص ۱۱۷، انگریزی ترجمہ آئین ص ۴۹۵

مولانا عرشی

مآثر رحیمی میں ہے:

"مولانا عرشی برادر مولانا اوجی است و مولد مشارالیہ خیرآباد ہندوستان است و اوقات بسپاہی گری میگذراند۔ خالی از طبع نظمی نیست وہمراہ بادانشوران ایں فن صحبت می دارد واشعارش درولایت خیرآباد مشہور و معروف است و دراوائل حال از خیرآباد بجونپورآمد درصحبت شیخ عبدالعزیز کسب علوم و فضائل نمودہ وفی الجملہ مقدمات علمی راطی نمودہ۔ فرزند خلف مولانا کمال الدین خوش نویس است و خود نستعلیق رانیکومی نویسد۔ ومدتی درملازمت میرزافریدون برلاس بسرمی بردودرایامی کہ ایں سپہ سالار درقنوج صاحب صوبہ بود در بندگی ایشان می بودہ"۔ (۴۸)

علی احمد نشانی

علی احمد بن حسین نقشی دہلوی علوم ہیئت و طبیعات میں دسترس رکھتے تھے۔ مہر کنی کے فن میں بھی کمال رکھتے تھے۔ اسی مناسبت سے نشانی تخلص کیا۔ خط نستعلیق نہایت دلفریب لکھتے تھے۔ جہانگیر کے عہد میں جہانگیر نے امیر خسرو کے اس شعر:

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے　　　　من قبلہ راست کردم بر طرف کج کلاہے

کی شان نزول دریافت کی۔ ملا علی اس کی شان نزول بیان کرتے ہوئے حالت وجد میں واصل بہ حق ہوئے۔ جہانگیر نے توزک میں اس واقعہ کو اپنے رنگین پیرایہ بیان میں تحریر کیا ہے۔ نیز محمد شریف معتمد خان نے اقبال نامہ جہانگیری (۴۹) میں بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

زین خان کوکہ

ان کے حالات عہد اکبر کی تمام تاریخ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ فن خطاطی میں کمال رکھتے تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے زمرۂ شعراء میں ان کے مختصر حالات لکھے ہیں۔

میر معصوم بھکری قندھاری

ترمذ کے سادات میں تھے۔ ان کے والد سید صفائی نے ترک وطن کر کے بھکر (سندھ) میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ میر معصوم کی پیدائش یہیں ہوئی' علوم ظاہری و باطنی و کمال رکھتے تھے۔ اکبر کے عہد میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔

فارسی کا ایک دیوان' مثنوی معدن الافکار' اور تاریخ سندھ ان کی تصانیف ہیں۔ اعلیٰ درجہ کے خوش نویس بھی تھے۔ ہندوستان' تبریز اور اصفہان میں عمارتوں اور مسجدوں پر ان کے اشعار کندہ ہیں۔ فتح پور سیکری کے بلند دروازے اور اس کی جامع مسجد کے کتبات انہی کے لکھے ہوئے ہیں۔

ڈاکٹر داؤد پوتہ مرحوم نے بڑی جانفشانی سے میر موصوف کی تاریخ سندھ مرتب کر کے مجلس مخطوطات فارسیہ حیدر آباد دکن سے شائع کر دی تھی۔ یہ حالات اسی مقدمہ سے ملخصاً منقول ہیں۔

محمد حسین کشمیری زریں رقم

ابوالفضل کے قول کے مطابق خط نستعلیق کے ماہرین ان کو ایران کے مشہور کاتب میر علی

ہروی کا ہم پایہ سمجھتے تھے:

''محمد حسین کشمیری--- بخطاب زریں رقمی روشناس آفاق شاگرد مولانا عبدالعزیز (۵۰) استاد گذرانیده ' اور ا به پایه میر علی برگزید'' (۵۱)

میر عبداللہ

اکبری دور کے نامور خوش نویس تھے۔ شاہ نعمت اللہ ولی کی اولاد میں سے تھے۔ اکبر نے مشکین رقم کے لقب سے ملقب کیا تھا۔ صاحب دیوان شاعر تھے وصفی تخلص کرتے تھے ملا عبدالقادر بدایونی زمرۂ شعراء میں ان کے حالات کے باب میں ان کے خط کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بسیار خوش خط است۔ شاگرد شاہ غیاث و مولانا رقمی است و به ہفت خط می نویسد ودرسلک احدیان داخل ست۔ خویشی ازجانب والده بمیرزا نظام الدین (۵۲) احمد دارد'' (۵۳)

قاسم ارسلان مشہدی

طبقات اکبری میں ہے کہ قاسم ماوراءالنھر کے خوشنویسوں میں سے تھے۔ اکبر کے دربار میں آئے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ خطوط میں سے خط نستعلق میں مہارت تھی۔ (۵۴)

جہانگیر بھی خوش نویسی کا قدردان تھا۔ اس نے اپنے سب لڑکوں اس کی تعلیم دلائی تھی۔ چنانچہ شاہ جہان نہ صرف خوش نویس بلکہ اس فن کا بڑا انقاد بھی تھا۔ اس کے دونوں بھائی خسرو اور پرویز اعلیٰ درجہ کے خطاط تھے۔ غلام محمد ہفت قلمی لکھتے ہیں:

''شاہزادہ خسرو درفن خوش خطی و انشاء کمال داشت۔ سلطان پرویز درعلم عربی و فارسی نوشتن خطوط بغایت آراسته و پیراسته بود اکثر اوقات اوبکتابت کلام الله صرف نمود''۔(۵۵)

پیر آگرہ شیخ

ہفت قلم خوش نویس تھے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے لکھا ہے کہ:-

پشاور میں میں نے انہیں دیکھا تھا۔

خسروی

بیر جند خراسان کے رہنے والے تھے۔ شاہنشاہ جہانگیر کے دربار سے منسلک تھے۔ اکثر خطوط میں چابک نویس تھے۔ امین احمد رازی صاحب ہفت اقلیم نے انہیں جہانگیر کے ایام شاہزادگی میں دیکھا تھا۔

علی فائضی

ریاض الشعراء میں ہے کہ علی فائضی خوش نویس ہونے کے علاوہ وسیع المشرب اور خلیق بھی تھے۔ عہد جہانگیر میں گجرات میں سکونت پذیر تھے۔ ۱۰۳۶ھ میں انتقال ہوا۔

صاحب تذکرہ نصرآبادی لکھتے ہیں کہ " فائضی استاد ابوتراب بود' ولی ترابابمنراتب ازوبہترمی نوشت"۔

کتاب خانہ ملی تہران میں ان کا ایک قطعہ مکتوبہ ۱۰۱۴ھ موجود ہے۔(۵۶)

محمد شریف شیریں رقم

اکبری دور کے مشہور خطاط خواجہ عبدالصمد کے لڑکے تھے۔ خطاطی اور مصوری ان کی موروثی تھی۔ ان کا کمال یہ تھا کہ چاول کے دانہ پر خدم و حشم کے جملہ لوازم کے ساتھ مسلح سوار کی تصویر بنادیتے تھے۔ اکبر کی زندگی میں شاہزادہ جہانگیر کی سرکار سے متوسل ہوگئے تھے۔ جہانگیر نے انہیں امیر الامراء کا خطاب دیا۔ بدایونی' مآثر الامراء وغیرھا میں ان کے حالات درج ہیں۔

قاضی احمد غفاری

عہد جہانگیری کا مشہور خوش نویس تھا۔ نستعلیق میں خاص طور پر مہارت تھی۔ شاہزادہ خسرو کو اس نے خوش خطی کی تعلیم دی تھی۔ اس کی وفات کے بعد ملازمت ترک کر کے اور گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ بدایونی نے اس کو زمرۂ شعراء میں شامل کیا ہے۔ (بداونی ۳/۳۱۰)

احمد علی ارشد

اکبری اور جہانگیری عہد کے مشہور طغرا نویس تھے۔ فتح پور سیکری کے بلند دروازے پر اس کا لکھا ہوا طغرا ہے۔

شاہجہاں خطاطی کا بہت قدردان تھا خود نستعلق کا ماہر تھا۔ اس نے اپنے سب لڑکوں کو خوش خطی کی تعلیم دلائی تھی۔ وہ مشہور خوش نویسوں کی خطاطی کے نمونوں کا اتنا شائق تھا کہ جو شخص میر عماد تبریزی کی تحریر اس کی خدمت میں پیش کرتا اس کو اس کے معاوضہ میں ایک صدی منصب عطا کرتا تھا۔ (تذکرہ خوش نویساں ص ۹۳)

شاہجہان کی اس قدردانی کی بدولت اس کے عہد میں خوش نویسوں کی ایک کثیر جماعت اس کے دربار سے منسلک ہو گئی۔ ان میں سے بعض مشاہیر کے تراجم ملاحظہ فرمائیں۔

آقا عبدالرشید دیلمی

میر عماد قزوینی کے خواہرزادے اور شاگرد تھے۔ میر کے قتل کے بعد چند سال اصفہان میں گذارنے کے بعد شاہجہان کے عہد میں ہندوستان چلے آئے۔ اور درباری خوش نویس مقرر ہوئے۔ شاہجہان نے داراشکوہ اور زیب النساء کو فن خوش نویسی کی تعلیم انہی سے دلائی۔

کتاب خانہ ملی ایران میں شرح گلشن راز کے ایک خطی نسخہ میں ان کی ایک مہر ثبت ہے جس کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔ "بندۂ شاہجہان عبدالرشید دیلمی"۔

شاہجہان کی وفات کے بعد اورنگ کے دربار سے متوسل ہو گئے اور انہیں اکبر آباد (آگرہ) میں بیوتات کے عہدہ پر فائض کیا گیا۔

مولوی غلام محمد ہفت قلمی لکھتے ہیں کہ وہ ملک خطاطی کا پیغمبر تھا۔ گذشتہ تمام خطاطوں پر گوئے سبقت لے گیا تھا۔ اس کے بعد اس کا کوئی ہم سر نہیں ہوا۔ شاہزادہ داراشکوہ کے علاوہ محمد اشرف خواجہ سرا' سعیدائے اشرف' عبدالرحمٰن وغیرھم ان کے ارشد تلامذہ تھے۔ آقا عبدالرشید دیلمی نستعلیق میں ایک خاص دلکش طرز کے موجد تھے جو اس قدر مقبول ہوا کہ ہندوستان کے اکثر خوش نویسوں نے اس کی تقلید کی۔

ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ متاخرین نے ۱۰۴۸ھ' سکھر نے ایک جگہ ۱۰۴۸ھ اور دوسری جگہ ۱۰۲۴ھ لکھا۔ تاریخ محمدی میں ۱۰۸۵ھ تحریر کیا ہے۔ غلام محمد ہفت قلمی نے ۱۰۸۱ھ۔ یہ تمام سنین غلط ہیں۔

سعیدائی اشرف از شاگردان آقا رشید نے زیب النساء کی درخواست پر آقا کی وفات کا

قطعہ لکھا جو نہ صرف وفات کا قطعہ ہے بلکہ ان کی سوانح کا ابتدائی اہم مآخذ بھی ہے۔ ایک شعر ملاحظہ ہو:

گفتم از ارشاد پیر عقل' در تاریخ آن
"بودباہم مردن آقا رشید وصایبا" (۵۷)

مہدی بیانی مرحوم نے احوال و آثار خوش نویساں میں آقا عبدالرشید کے قطعات کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔

تہوّر خان

شاہجہان کے عہد کے امراء میں سے تھے۔ خطِ نستعلیق کے عمدہ خوش نویس تھے۔ مرآۃ العالم کے مصنف نے ان کا ذکر کیا ہے اور ان سے منسوب حکایات بھی بیان کی ہیں۔

شاہ شجاع گورگانی

نام محمد۔ فرزند دوم شاہجہان بادشاہ۔ اس کے ہاتھ کے لکھے ہوئے دو قطعات دہلی میوزیم میں موجود ہیں۔ جو خط نستعلیق میں ہیں:

"راقم محمد شاہ شجاع بقرہ اللہ بعیوب نفسہ و ستراللہ عیوبہ"۔

"کتبہ' محمد شاہ شجاع ابن صاحقران ثانی نقل من خط مولانا استادی مولانا میر علی"۔(۵۸)

شاہزادہ دارا شکوہ مقتول بسال ۱۰۶۹ھ

خط نستعلیق میں آقا رشید دیلمی کا شاگرد تھا۔ اس کے قطعات پاک و ہند اور بیرون ممالک میں پائے جاتے ہیں۔ سفینۃ الاولیاء بخط دارا کا تعارف اور آخرین اوراق کا عکس خان بہادر مولوی شفیع مرحوم نے اوری اینٹل کالج میں شائع کیے تھے۔ حال ہی میں ایران سے سکینۃ الاولیاء کا جو نسخہ شائع ہوا ہے اس میں بھی دارا کے قطعات کے عکس شامل ہیں۔

عنایت اللہ شیرازی

بقول امین احمد رازی مرد خلیق و مہربان تھے۔ اکبر' جہانگیر اور شاہجہان کے درباروں سے

منسلک رہے بقول صاحب تذکرہ روزروشن شاعر بھی تھے اور "فرسی" تخلص کرتے تھے۔ دہلی میوزیم اور کتاب خانہ دانش گاہ اڈنبرگ میں ان کے خطوط کے نمونے موجود ہیں۔(۵۹)

عبدالباقی

المخاطب بہ یاقوت رقم ایرانی الاصل تھا۔ شاہ جہان کے عہد میں ہندوستان آیا۔ خط نسخ کا بہت ماہر تھا۔ اس نے اسے عروس الخطوط بنا دیا تھا۔ اورنگ زیب کی شاہزادگی کے زمانہ میں اس نے قرآن کا ایک مکمل نسخہ اوراق میں پیش کیا جس کے صلے میں اس نے اورنگ زیب سے "یاقوت رقم" کا لقب پایا۔ مگر عبدالباقی بہت جلد ہندوستان چھوڑ کر ایران چلا گیا۔(۶۰)

مرزا جعفر خان مخاطب بہ کفایت خان

عہد شاہجہانی کا امیر تھا "دیوانی تن و خالصہ شریفہ" کے معزز عہدہ تک ترقی کی۔ کفایت خاں خط شکستہ کا ماہر تھا۔ ۱۰۹۵ھ میں انتقال ہوا۔

مرزا عبداللہ خان المخاطب بہ درایت خان

کفایت اللہ کا بھائی تھا۔ غلام محمد ہفت قلمی نے ان کے حسن خط کی بڑی تعریف کی ہے۔ خط شکستہ کا ماہر تھا۔

میر مراد کشمیری

المخاطب بہ شیریں قلم، عہد شاہجہان کا سحر طراز جادو رقم خوش نویس تھا۔ اس کی تازہ نگاری نے دوسرے خوش نویسوں کی خطاطی پر خط نسخ پھیر دیا۔(۶۱)

میر محمد صالح

اکبری دور کے مشہور خوش نویس میر عبداللہ مشکین رقم کا لڑکا اور اعلی درجہ کا خوش نویس تھا۔ میر محمد صالح فارسی میں کشفی اور ہندی میں سبحانی تخلص کرتے تھے۔ مجموعہ راز و اعجاز مصطفوی وغیرہ ان کی تصانیف میں سے ہیں۔ ۱۰۶۱ھ میں انتقال کیا۔(۶۲)

میر محمد مومن

یہ بھی میر عبداللہ المذکور کے صاحبزادے تھے۔ ان کا تخلص عرشی تھا۔

غلام محمد ہفت قلمی دونوں بھائیوں کے حسن خط کے متعلق لکھتے ہیں:

ہر دو صاحب طبع تازہ نگار سحر رقم اند۔ ہر قطعہ خط شان چون خط حورو شان عنبر سرشت است وہم قطعہ نظم شان رشک قطعہ نظم بہشت "دائرہ حروف شاہ زیب دائرہ سپہراست و نقطۂ خط شان مردمک دیدۂ مہر"۔ (۲۳)

اورنگ زیب عالمگیر کو بھی خوش نویسی کا ذوق تھا۔ وہ خود اعلیٰ درجہ کا خوش نویس تھا۔ اس کے لکھے ہوئے کلام مجید آج بھی اس کی خوش نویسی کے شاہد ہیں۔ اس کے زمانہ میں بڑے بڑے خوش نویس پیدا ہوئے۔ ان میں سے اکثر نے شاہجہان اور اورنگ زیب دونوں کا زمانہ پایا بلکہ بہادر شاہ اول کے عہد تک زندہ رہے۔ اس لیے عمر کا زیادہ حصہ جس بادشاہ کے زمانہ میں گذرا' اس کا زمانہ حیات اس عہد میں شمار کر لیا گیا ہے۔ یہاں چند مشاہیر کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

علی تبریزی جواہر رقم

سید علی بن محمد بن میر شاہ میر تبریز کے حسینی سادات میں سے تھے۔ عباس آباد میں سکونت پذیر تھے۔ والد کے ہمراہ ہندوستان آئے۔

علی قلی والہ داغستانی اور غلام محمد ہفت قلمی نے لکھا ہے کہ اورنگ زیب کے دور اول میں ہندوستان آئے۔ لیکن شاہجہان نامہ' کلمات الشعراء اور مرآۃ العالم میں ہے کہ شاہجہان کے عہد میں ہندوستان آئے اور شاہجہان نے "جواہر رقم" کا لقب دیا۔

بہر حال ان کی شہرت دربار عالمگیری میں زیادہ ہوئی۔ اورنگ زیب نے شاہی خوش نویس اور کتاب دار مقرر کیا۔ ہندوستان کے ایک کتب خانہ میں ان کی مہر محفوظ ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

"مرید عالمگیر بادشاہ سید علی الحسینی ۱۰۶۹ھ"

بقول طاہر نصر آبادی:

"گویند کتاب داراست و نہایت اعتبار دارد"۔

میر علی کشمیر اور دکن میں اورنگ زیب کے ہم رکاب رہے۔ اورنگ آباد میں ۱۰۹۴ھ میں

انتقال ہوا۔ نعش اورنگ آباد سے شاہجہان آباد منتقل کی گئی۔

سید میر علی خط نستعلیق میں اپنے والد محمد مقیم کے شاگرد تھے۔

مہدی بیانی مرحوم نے ان کے کئی قطعات اور وصلیوں کا ذکر کیا ہے۔(٦٤)

ہدایت اللہ خان زریں رقم

سید علی الحسینی کا شاگرد ارشد اور خوش نویس میں استاد وقت تھا۔ اورنگ زیب نے اس کو شاہزادوں مرزا کام بخش اور محمد اعظم شاہ کی تربیت خوش نویسی پر مامور کیا تھا۔ آخر میں بھی یہ کتب خانہ داروغگی پر مامور ہو کر ''زریں رقم'' کے لقب سے ملقب ہوا۔ اس نے اورنگ زیب کے لیے دیوان حافظ کے کئی نسخے لکھے تھے۔

میر محمد باقر

اورنگ زیب کا درباری خوش نویس تھا۔ اورنگ زیب کو اس کا خط بہت پسند تھا۔ اس نے اپنے اکثر خطوط میں اس کا ذکر کیا ہے۔ شاہزادہ والا جاہ کی تعلیم بھی اس کے سپرد تھی۔

اعتماد خان

ان کا خطاب اشرف خان' اور منصب ''خان سامان'' تھا۔ تصوف کا گہرا ذوق رکھتے تھے۔ مثنوی مولانا روم سے عشق تھا۔ نستعلیق، نسخ اور تعلیق بھی خوش خط لکھتے تھے۔ مرآۃ العالم کی تالیف ۱۰۷۸ھ کے وقت بقید حیات تھے۔(٦٥)

چندر بھان برہمن لاہوری

خط نستعلیق میں آقا عبدالرشید دیلمی کے اور خط شکستہ میں کفایت خان کے شاگرد تھے۔ غلام محمد ہفت قلمی صاحب تذکرہ خوشنویساں کی نظر سے ان کے قطعات گذرے تھے۔ راقم السطور نے چندر بھان پر ایک مفصل مقالہ مجلّہ کریسینٹ مئی ۱۹٦۸ء اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور میں لکھا تھا۔

زیب النساء

بنت عالمگیر بادشاہ' دل رس بانو دختر شاہنواز خان صفوی کے بطن سے ۱۰۴۸ھ میں تولد ہوئی۔ دیگر فنون کے علاوہ خطوط نستعلیق' نسخ اور شکستہ خوش خط لکھتی تھی۔ ۱۱۱۲ھ میں انتقال ہوا۔

معاصر اور متاخر مورخین نے اس علم پرور خاتون کا ذکر شرح وبسط سے کیا ہے۔

سج بھان

نستعلیق میں عبدالرشید دیلمی اور شکستہ میں کفایت خاں کا شاگرد تھا۔ ہفت قلمی نے اس کے چند قطعات دیکھے تھے۔ حدود ۱۰۷۰ھ میں انتقال ہوا۔

شاہ علی اکبر انور

سفینۂ خوش گو میں ہے:

"علی اکبر خلف حیدر خاں رفیق عمدۃ الملک امیرخان عالمگیر شاہی ست، مدتی ہمراہ پدرطرف کابل بود. بعد ازاں درعظیم آباد پتنہ آمدہ بہ تکیہ آقا حسینا فروکش کرد و بآقای مذکور نسبت دامادی بہم رسانیدو دروضع قلندرانہ بسرمی برد، صوفی مزاج بود، درخط نستعلیق و نسخ و شکستہ شفیعای دستی داشت درسنہ ہزارو صدوپنجاہ و پنج ۱۱۵۵ ھ۔ ودیعت حیات سپرد۔ دیوانی مختصر ترتیب دادہ صاحب طبع رساست"۔(۶۶)

عبدالباقی صہبائی

صبح گلشن میں ہے کہ عبدالباقی خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ (۶۷) کی اولاد میں سے تھے۔ شاہجہان اور اورنگ زیب کے دربار سے متوسل تھے۔ اورنگ زیب کی مدح میں کئی قصیدے کہے۔ کتاب خانہ آستانہ رضوی مشہد میں ان کا نوشتہ ایک قطعہ موجود ہے۔(۶۸)

احمد اورنگ زیبی

اورنگ زیب کا درباری خوش نویس تھا۔ بختاور خان کی بیاض کا ایک قطعہ مخزونہ دہلی میوزیم اس کا لکھا ہوا ہے۔

ابراہیم فیضان

فرزند محمد حسین نامی۔ نستعلیق عمدہ لکھتے تھے۔ علوم معقول و منقول سے بہرہ ور تھے۔

صاحب سفینہ خوش گو لکھتے ہیں:

"ریزہ چینِ فیوضات اوبودم از موسیقی سررشتہ داشت و خوش می خواندہ و صاحب دیوان است (۶۹) ۱۱۲۴ھ میں بہ عہد معزالدین جہاں دار انتقال کیا۔

احمد یار خان یکتا

سرو آزاد میں ہے:-

ازنژاد قوم برلاس است' اسلاف او درقصبہ خوشاب از اعمال لاہور توطن داشتہ اند' پدرش الہ یار خان بہ صوبہ داری لاہور و ٹھٹھہ و ملتان رسید و آخر سالہابہ فوجداری غزنین قناعت کرد--- خطوط در نہایت جودت می نگاشت و تصویر درکمال تحفگی می کشیدہ و اقسام شعرمی گفت---درسنہ تسعہ عشرہ ومأتہ والف واردبھکر شدوباعلامۂ مرحوم میرعبدالجلیل بلگرامی صحبت معتقدانہ داشت و نسخہ کلام اللّٰہ بخط نسخ از تحریر خود بطریق یادگار تسلیم نمود و امروز موجوداست--- نگارندۂ اوراق وقتمعاودت ازسفرسندھ بہ ملتان رسیدہ استماع یافت کہ احمد یار خان بیست وسوم جمادی الاولی سنہ سبع واربعین ومأتہ الف ۱۱۴۷ھ درقصبہ خوشاب خلوت نشین تراب گردید"۔(۷۰)

سرو آزاد' روز روشن' شمع انجمن میں ان کا سال وفات ۱۱۴۸ھ درج ہے۔ محمد شاہ بھی خوش نویسوں کا قدر دان تھا۔ اس کے طویل عہد حکومت میں بے شمار خطاطین ہوئے ہیں۔ اگر چند نامی گرامی خوش نویسوں کے تراجم تحریر کرنے کے لیے قلم اٹھایا جائے تو یقیناً ایک دفتر درکار ہوگا۔ ان میں ماہرین میں سے (۱) محمد حفیظ خان (۲) محمد افضل لاہوری (۳) محمد افضل حسین (۴) میر محمد موسیٰ (۵) نواب مرید خان (۶) نواب مظہر خان (۷) قاضی عصمت اللہ خان (۸) حافظ محمد علی (۹) میر ابوالحسن عرف کلن (۱۰) غلام علی خان (۱۱) حافظ ابراہیم (۱۲) میر زین العابدین (۱۳) مولائی صاحب وغیرھم

مولوی غلام محمد ہفت مصنف تذکرۂ خوشنویساں

عربی و فارسی کی تعلیم میر قدرت اللہ خان قاسم سے پائی تھی۔ قاسم اپنے تذکرہ مجموعہ نغز میں لکھتے ہیں:-

"خلیفه غلام محمد راقم وی جوا نے است خوش خلقی نیکوخصائل، شیرین گفتار، پاکیزه شمائل برکتب سیرِفارسی نظرے دار ودرکوچه انشا پردازی گذرے۔ فی الجمله از علوم عربیه ہم بهره ور است اماز اصول کتابت بسیار باخبرخط نستعلیق و نسخ و شفیعا وثلث و شکسته وغیرهامی نویسدگاه گاه فکر ریخته ہم می کند۔ قبل ازیں بدوازده سیزده سال که به بلده لکھنو نرفته بود ازیں خاکپائے طلبه و خوشه چین خرمن شعراء شرح شمسیه و حاشیه میرمی خواند وشعر خود نیز از نظر میگذرانید حالاکه بحکم العود احمد بوطن مالوف معاودة نموده از مرزا محمد عشق اکتساب فن شریف طبابت میکندوایام مستعار حیات به معلّمی بسرمی برد"۔ (۷۱)

غلام محمد راقم ۱۱۹۴ھ / ۱۷۸۰ء سے قبل پیدا ہوئے۔ وہ محمد حفیظ خوشنویس کے شاگرد تھے۔ تقریباً تمام تذکرہ نویسوں نے بغیر کسی معتبر سند کے غلام محمد راقم کا سال وفات ۱۲۳۹ھ لکھا ہے، حالانکہ ۱۲۶۱ھ تک زندہ تھے۔

برٹش میوزیم لندن میں غلام محمد ہفت قلمی کا ایک رسالہ "حالات خوش نویسان خطوط" موجود ہے اس رسالہ میں اکبر سے لے کر بہادر شاہ ثانی تک کے ہندوستانی خطاطین کے حالات درج ہیں۔ یہ رسالہ چار ابواب پر مشتمل ہے۔

(۱) باب اول نستعلیق نویسان (۲) باب دوم شکستہ وشفیعا نویس (۳) نسخ وطغرانویس (۴) ماہرین مہر کنی (۳)

اس رسالہ میں مؤخر ترین تاریخ ۱۲۶۱ھ تحریر ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ غلام محمد ہفت قلمی ۱۲۶۱ھ میں بقید حیات تھے۔

غلام محمد ہفت قلمی کا ایک رسالہ مسودۂ تذکرہ خط وختہ ش نویساں از ابتداء تا زمانہ ۱۲۳۹ھ بھی برٹش میوزیم میں موجود ہے۔(۷۲)

غلام محمد ہفت قلمی کی سب سے مشہور کتاب تذکرہ خوش نویساں تالیف حدود ۱۲۳۹ھ محمد ہدایت حسین مرحوم کی تصحیح وحواشی کے ساتھ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہو چکی ہے۔

'خطاطین کا تذکرہ لکھنے کے لیے تو ہزارہا صفحات درکار ہیں۔ مہدی بیانی مرحوم نے صرف نستعلیق نویسوں کا تذکرہ کئی جلدوں میں لکھا ہے جس کی دو جلدیں' جن میں ۸۰۶ نستعلیق نویس خطاط شامل ہیں' ایران سے شائع ہو چکی ہیں۔ تیسری زیر طبع ہے۔ راقم احقر نے بھی چند نہایت مشہور خطاطین کے حالات پر اکتفا کی ہے۔ خیال یہی تھا کہ جس طرح اس مقالہ کی ابتدا ہوئی ہے' اسے اپنے معاصر خطاطین کے تراجم پر ختم کیا جاتا لیکن اس مختصر مقالہ میں اتنی گنجائش کہاں۔ دور حاضر میں حافظ محمد یوسف سدیدی' سید انور حسین نفیس رقم' خورشید عالم خورشید رقم مدظلہم نہ صرف پاکستان بلکہ عالم اسلام کے نامور خطاطین ہیں اور اپنے فن کا کمال دکھا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان بزرگوں کے حالات ابھی سے معرض تحریر میں لائے جائیں ورنہ کل تک ان کے حالات بھی قدما و متوسطین کے حالات کی طرح طاق نسیاں کی نذر ہو جائیں گے۔

☆☆☆

مآخذ مقالہ ھذا

۱- آداب المشق از باباشاہ اصفہانی با مقدمہ ڈاکٹر محمد شفیع مطبعہ مجلّہ اورینٹل کالج لاہور

۲- تاریخ رشیدی میرزا حیدر دوغلات (فصل ہنرمندان پروفیسر محمد شفیع مرحوم مطبوعہ اورینٹل کالج میگزین مئی ۱۹۳۴ء، وانگریزی ترجمہ ازای ڈی راس۔

۳- تحفۃ الخطاطین مولفہ مستقیم زادہ سلیمان سعد الدین افندی مطبوعہ استانبول ۱۹۲۸ء۔

۴- تذکرہ حسینی مؤلفہ میر حسین دوست سنبھلی مطبوعہ نولکشور لکھنو ۱۲۹۲ھ

۵- تذکرۃ الخطاطین (امتحان الفضلا) از میرزا سنگلاخ مطبوعہ تبریز ۱۲۹۱ھ

۶- تذکرہ خوش نویساں از غلام محمد ہفت قلمی مطبعہ کلکتہ ۱۹۱۰ء

۷- مردم دیدہ حاکم لاہوری مطبوعہ لاہور ۱۹۵۶ء

۸- تذکرہ نصر آبادی از مرزا طاہر نصر آبادی مطبوعہ تہران ۱۳۱۷ھ

۹- حالات ہنروراں از دوست محمد کتاب دار بہرام میرزا مرتبہ محمد عبداللہ چغتائی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۶ء

۱۰- خط و خطاطان از میر حبیب اصفہانی مطبوعہ استانبول ۱۳۰۵ھ

۱۱- خط وسواد از مجنون رفیقی خطی نسخہ برٹش میوزیم لندن وروٹوگراف مملوکہ دانش گاہ پنجاب۔

۱۲- روز روشن از محمد مظفر حسین صبا مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۷ھ

۱۳- ریاض الوفاق از ذوالفقار علی مست باہتمام دکتر خیام پور مطبوعہ تبریز ۱۳۴۳ھ

۱۴- ریحان نستعلیق مولف نامعلوم باہتمام ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی مطبعہ پونہ ۱۹۴۱ء

۱۵- سرو آزاد از غلام علی آزاد بلگرامی مطبوعہ لاہور ۱۹۱۳ء

۱۶- سفینۂ خوش گو از بندرا بن داس خوشگو مطبوعہ پٹنہ ۱۹۳۸ء

۱۷- سفینۂ ہندی از بھگوان داس ہندی مطبوعہ پٹنہ ۱۹۵۸ء

۱۸- شاہجہان نامہ (عمل صالح) از محمد صالح کنبوہ لاہوری مطبوعہ کلکتہ۔

۱۹- بادشاہ نامہ از ملا عبدالحمید لاہوری مطبوعہ کلکتہ ۱۹۶۷ء

۲۰۔ منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی مطبوعہ کلکتہ و نولکشور۔

۲۱۔ اکبر نامہ و آئین اکبری ابوالفضل مطبوعہ کلکتہ وانگریزی ترجمے۔

۲۲۔ تاریخ اکبری عارف قندھاری مرتبہ مولانا امتیاز علی عرشی مطبوعہ رام پور ۱۹۶۲ء۔

۲۳۔ مآثر رحیمی سہ جلد از ملا عبدالباقی نہاوندی مطبوعہ کلکتہ ۱۹۱۰ء۔۱۹۳۱ء

۲۴۔ کلمات الشعراء از محمد افضل سرخوش مطبوعہ لاہور ۱۹۴۲ء

۲۵۔ لطائف نامہ فخری ترجمہ مجالس النفائس مشمولہ مجلّہ اورینٹل کالج۔

۲۶۔ مجمع الخواص از صادقی کتاب دار مطبوعہ تبریز ۱۳۲۷ھ۔

۲۷۔ مرآۃ العالم منسوب بہ بختاور خان (فصل خطاطین مطبوعہ مجلّہ اورینٹل کالج لاہور)

۲۸۔ مناقب ہنروراں از مصطفےٰ عالی۔

۲۹۔ نتائج الافکار از محمد قدرت اللہ خان گوپاموی مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۷ء۔

۳۰۔ ہنر خط درافغانستان در دو قرن آخیر مرتبہ عزیز الدین فوفلزائی نشریہ انجمن تاریخ افغانستان۔

۳۱۔ مجموعہ نغز از قدرت خاں قاسم مرتبہ حافظ محمود شیرانی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۳ء

۳۲۔ احوال و آثار خوش نویساں مرتبہ مہدی بیانی مرحوم مطبوعہ کراچی۔

۳۳۔ تذکرہ علماء ہند از رحمٰن علی ترجمہ پروفیسر محمد ایوب قادری مطبوعہ کراچی۔

۳۴۔ نزہتہ الخواطر عربی ہفت جلد مطبوعہ حیدر آباد

۳۵۔ خزینتہ الاصفیاء از مفتی غلام سرور لاہوری مطبوعہ ثمر ہند پریس لکھنو ۱۸۷۳ء

۳۶۔ صحیفہ خوش نویساں از احترام الدین شاغل مطبوعہ علی گڑھ۔

۳۷۔ بزم تیموریہ از سید صباح الدین عبدالرحمٰن مطبوعہ اعظم گڑھ۔

۳۸۔ رجال السند والہند (عربی) مرتبہ قاضی اطہر مبارک پوری مطبوعہ بمبئی۔

۳۹۔ ہفت اقلیم مئولفہ امین احمد رازی مطبوعہ کلکتہ و ایران'

۴۰۔ فن تحریر کی تاریخ از محمد اسحاق صدیقی مطبوعہ علی گڑھ۔

۴۱۔ خط و خطاطان از ابوالقاسم رفیعی مہر آبادی مطبوعہ ایران ۱۳۴۵ھ

۴۲۔ مرقع دارا شکوہ مشمولہ مجلّہ اورینٹل کالج لاہور فروری ۱۹۵۵ء ضمیمہ۔

۴۳- مرآۃ العالم منسوب بہ بختاور خان تراجم علماء مشمولہ مجلّہ اورینٹل کالج اگست ونومبر ۱۹۵۳ء

۴۴- عہد اکبری میں فن خطاطی اور خطاطین مقالہ راقم احقر مشمولہ مجلّہ کریسنٹ مئی ۱۹۶۷ء اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور۔

۴۵- طبقات اکبری از ملا نظام الدین ہروی مطبوعہ نولکشور۔

۴۶- اقبال نامہ جہانگیری از محمد شریف معتمد خاں مطبوعہ کلکتہ ۱۹۶۵ء۔

۴۷- توزک جہانگیری مرتبہ سرسید احمد خان مطبوعہ علی گڑھ ۱۸۶۴ء۔

۴۸- مآثر عالمگیری از مستعد خان ساقی مطبوعہ کلکتہ' انگریزی ترجمہ سرکار۔

۴۹- عالمگیر نامہ محمد کاظم مطبوعہ کلکتہ۔

۵۰- سیر المتاخرین از طباطبائی مطبوعہ نولکشور

۵۱- پرشین لٹریچر از مسٹر سی اے سٹوری مطبوعہ لندن ۱۹۵۳ء

۵۲- دائرۃ المعارف اسلامیہ اردو مطبوعہ لاہور۔

۵۳- مجلہ علوم اسلامیہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی دسمبر ۱۹۶۰ء۔

۵۴- مجلّہ فکر و نظر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی۔

۵۵- مجلّہ معارف اعظم گڑھ بھارت۔

۵۶- تاریخ جونپور مرتبہ اقبال احمد مطبوعہ جونپور۔

تمام شد ایں مقالہ "خط نستعلیق"

بروز عید الاضحیٰ بوقت نیم شب

۱۰۔ ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ' ۱۷ ۔ فروری ۱۹۷۰ء' ۶۔ پھاگن ۲۰۲۶ بکرمی

بخانہ فقیر حقیر اقبال مجددی لاہوری۔ بمقام چاہ میراں

لاہور

☆☆☆

حوالہ و حواشی

(۱) خط و سواد قلمی ورق ۲۳ ب مخزونہ برٹش میوزیم روٹو گراف در دانش گاہ پنجاب'

(۲) رسالہ خوش نویسی مکتوبہ ۱۴۱۲۴۱ مملوکہ مولوی احترام الدین احمد شاغل عثمانی علی گڑھ'

(۳) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۴۴۲ مہدی بیانی۔

(۴) احوال و آثار خوش نویساں ص ۴۴۲

(۵) حالات ہنر واران ص ۱۵

(۶) دفتر ابوالفضل حصہ سوم

(۷) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۴۴۳

(۸) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۳۲۶

(۹) مناقب ہنر واراں

(۱۰) مرآۃ العالم منسوب بہ بختاور خان

(۱۱) تذکرہ خوش نویساں ص ۴۳ کلکتہ ۱۹۱۰ء

(۱۲) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۴۴۱

(۱۳) یہ امر تحقیق طلب ہے کہ میر علی تبریزی کے بیٹے کا نام "عبداللہ" تھا یا "عبیداللہ"۔ اکثر تذکرہ نویسوں نے نام عبداللہ ہی لکھا ہے۔ ممکن ہے کہ میر علی کے دو بیٹے عبداللہ اور عبیداللہ ہوں۔

(۱۴) احوال و آثار خوش نویساں جلد اول ص ۲۳۸

(۱۵) حالات ہنر وران ص ۲۸

(۱۶) احوال و آثار خوش نویساں جلد اول ص ۷۰

(۱۷) لطائف نامہ فخری ترجمہ مجالس النفائس میں ہے:-

میر مفلسی از سادات مشہد بودناگاہ جذبہ باورسید و عقلش قصوری پیداکرد۔ چنانکہ درانگشتہای خود حلقہ ھا انداختہ پیوستہ باخود سخن می کرد امادر محلی کہ ہوش داشت ابیات خوب گفتہ ایں بیت بسیارمی خواند کہ

بلای مرگ و اندوہ قیامت

چو چنبر ساخت مارا نخل قامت

ایں تخلص او مشہور است:-

خلق گوید مفلسی دیوانه شد   لاجرم دیوانگی از مفلسی ست

(زیادت از فخری) حضرت میر درشرح حالات میر مفلسی فرموده اند که درمحلّ ہشیاری ابیات خوب گفته ولی ابیات خود ننوشته درجواب غزل امیرخسرو

''شراب خورده و ناشسته روی و خواب زده

ہزار طعنه خوبی بر آفتاب زده''

(لطائف نامه فخری ص ۵۷ مشموله اورینٹل کالج میگزین اگست تا مئی ۱۹۳۱ء)

ریاض الشعراء واله داغستانی

(۱۸) تاریخ رشیدی تالیف مرزا حیدر دوغلات خطی نسخه دانش گاه پنجاب

(۱۹) حالات ہنروراں ص ۱۵

(۲۰) مقدمه مرقع امیر حسین بیگ نوشته مالک دیلمی بسال ۹۶۸ھ مخرونه کتاب خانه خزینه اوقاف استانبول (بحواله و آثار خوش نویساں ص ۲۴۴ جلد اول)

(۲۱) مجلّه موسیقی ایران شماره ۱۰، ۱۱ سال سوم

(۲۲) احوال و آثار خوش نویساں ص ۲۴۸ جلد اول

(۲۳) احوال و آثار خوش نویساں ص ۲۵۱ جلد اول۔

(۲۴) عبدی قلندر از نیشاپورست و خط نسخ و تعلیق رانیک می نویسد و بسیار جوان نیک است و طبع خوب دارد ایں مطلع ازوست که قبله

اہل نظر جز رخ جاناں نبود

ہر که رخ تابدازیں قبله مسلمان نبود

(لطائف نامئه فخری ص ۲۴۳)

(۲۵) برائے شرح حال سلطان علی سبز رجوع کنید به مناقب ہنروران (۲) خط و خطاطان (۳) خلاصة الاخبار (۴) مرآة العالم (۵) تحفة الخطاطین (۶) لطائف نامه فخری

(۲۶) احوال و آثار خوشنویساں ص ۲۵۵۔۲۶۶ کتابت جلد اول

(۲۷) تذکرہ خوش نویساں ص ۴۹۔ مجنوں بن محمود الرفیقی کے دو رسالے "خط و سواد" اور "رسم الخط" میں محفوظ ہیں۔ ان کے فوٹو گراف دانش گاہ پنجاب میں موجود ہیں۔

(۲۸) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۴۹۶۔

(۲۹) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۵۰۰

(۳۰) مخزونہ کتاب خانہ ملی ایران۔

(۳۱) بحوالہ و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۵۰۰

(۳۲) ملا محمود عارفی ہروی نے بعہد سلطان شاہ رخ (۸۰۷۔۸۵۰ھ) وفات پائی۔ ان کی متعدد تصانیف میں سے حال نامہ جو کہ گوی و چوگان کے نام سے مشہور ہے۔ صاحب طبقات شاہ جہانی کے قول کے مطابق یہ مثنوی عارفی نے شیراز میں میرزا عبداللہ بن ابراہیم سلطان بن شاہرخ کے لیے نظم کی تھی۔ برائے شرح حال مولانا عارفی رجوع کنید بہ لطائف نامہ ص ۴۰۔ تذکرہ دولت شاہ ص ۴۳۹، حبیب السیّر خزینہ گنج الٰہی سپر نگر ص ۸۰ وغیرھم۔

(۳۳) بابر نے اپنے اس خط میں ایک قرآن مجید لکھ کر مکہ مکرمہ بھیجا۔ منتخب التواریخ میں ہے:

"از جملہ غرائب و اختراعات آن شاہ مغفرت پناہی خط بابر ہست کہ مصحفی بداں خط نوشتہ وبمکہ معظمئہ فرستادہ"۔ (جلد اول ص ۳۴۳)

بابر نے یہ خط ۹۱۰ھ میں ایجاد کیا یہ خط خطاطین میں زیادہ مقبول نہ ہو سکا۔ ملا عبدالقادر بدایونی کے قول کے مطابق اکبر کے عہد میں یہ خط مفقود ہو چکا تھا۔ تاہم بعض اہل قلم حضرات نے اس خط میں بھی کمال حاصل کر لیا تھا۔ میر عبدالحی مشہدی خط بابری کے ماہر خوش نویسوں میں سے تھے۔

(۳۴) تذکرہ خوش نویساں ہفت قلمی ص ۸۸

(۳۵) مآثر رحیمی جلد سوم ص ۱۶۷۸ مطبوعہ کلکتہ ۱۹۳۱ء

(۳۶) احوال و آثار خوش نویساں جلد ۲ ص ۳۹۰

(۳۷) مآثر رحیمی جلد سوم ص ۱۶۷۶

(۳۸) مآثر رحیمی جلد سوم ص ۱۶۸۱

(۳۹) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۱۰۲

(۴۰) مآثر رحیمی جلد سوم ص ۱۵۲۶۔

(۴۱) مآثر رحیمی جلد سوم ص ۲۷

(۴۲) مآثر رحیمی جلد سوم ص ۹۰۲، ۹۲۲، ۹۱۳بعد

(۴۳) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۵۷۵

(۴۴) تذکرہ خوش نویساں ص ۸۵ برائے شرحِ حال فتح اللہ شیرازی رجوع کنید بہ (۱) منتخب التواریخ جلد سوم ۴۶۷۔۴۶۸ (۲) طبقات اکبری نظام الدین احمد ہروی (۳) آئین اکبری، اکبرنامہ (۴) مآثرالکرام دفتر اول ص ۲۳۶ (۵) نزہتہ الخواطر ۴/ ۲۵۴، تذکرہ خوش نویساں غلام محمد ہفت قلمی ص ۸۵ وغیرھم۔

(۴۵) احوال و آثار خوش نویساں ص ۹۴ جلد اول

(۴۶) احوال و آثار خوش نویساں جلد اول ص ۹۵۔

(۴۷) منتخب التواریخ نولکشور ص ۳۵۸

(۴۸) مآثر رحیمی جلد سوم ص ۱۱۶۹

(۴۹) اقبال نامہ جہانگیری جلد سوم۔ مطبوعہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ ۱۸۶۵ء

(۵۰) آئین اکبری جلد اول ص ۷۶

(۵۱) ان کا نوشتہ ایک قطعہ بقلم: دو دانگ خوش دیدہ ام کہ رقم "کتبہ الفقیر عبدالعزیز" داشت کہ دراواخر قرن دھم کتابت شدہ است و باید خط ہمیں عبدالعزیز باشد" (احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۴۰۶)

(۵۲) برائے شرح حال میرزا نظام الدین احمد رجوع کنید بہ مقالہ راقم احقر مشمولہ مجلّہ کریسنٹ جنوری ۱۹۶۸ء اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور۔

(۵۳) منتخب التواریخ ص ۳۸۸ نولکشور اڈیشن

(۵۴) احوال و آثار خوش نویساں بحوالہ طبقات اکبری جلد دوم ص ۵۷۹۔

(۵۵) تذکرہ خوش نویساں ص ۹۱

(۵۶) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۳۷۰

(۵۷) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۳۹۸ صایبا سے مراد مرزا صایب تبریزی ہے۔

(۵۸) احوال و آثار جلد اول ص ۲۸۹

(۵۹) احوال و آثار جلد دوم ص ۵۴۱

(۶۰) ہفت قلمی ص ۱۲۵

(٦١) معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۳ء

(٦٢) تذکرہ خوشنویساں ص۱۰۱ حاشیہ

(٦٣) تذکرہ خوش نویساں ص۱۰۱

(٦٤) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۴۴۷

(٦٥) احوال و آثار جلد اول ص۱۷

(٦٦) سفینہ خوش گو ص ۲۳۳ دفتر ثالث مطبوعہ آئینہ ۱۹۵۸ء

(٦٧) برائے شرح حال خواجہ مودود چشتی رجوع کنید بہ بہ جواہر مودودی قلمی مولفہ محمد اکرام براسوی مملوکہ جناب خلیل الرحمٰن داودی لاہور۔ برائے شرح حال محمد اکرم براسوی رجوع کنید بہ مقالہ راقم "حدائق داؤدی" مشمولہ مجلّہ برہان ندوۃ المصنفین دہلی' ۱۹۷۰ء

(٦٨) احوال و آثار خوش نویساں جلد دوم ص ۲۶۵

(٦٩) خوش گو ص ۶۵

(٧٠) سرو آزاد ص۱۹۹

(٧١) مجموعہ نغز ص ۲۶۴ جلد اول از قدرت خان قاسم مرتبہ حافظ محمود شیرانی مرحوم مطبوعہ لاہور' ۱۹۳۲ء

(72) CAT. BRITISH MEUSEUM VOL III MS .NO 1033

(٧٣) غالباً محمد ہفت قلمی کا یہی رسالہ "تذکرہ خوش نویساں" کے نام سے شائع ہو چکا ہے "تذکرہ خوش نویساں" کا تالیف بھی ۹ ۲۳ھ میں ہے۔ یہ رسالہ محمد ہدایت حسین مرحوم کی تصحیح و حواشی کے ساتھ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا۔

☆☆☆